کتاب و سنت اور اسلافِ اُمت کی تعلیمات کا علمبردار

ماہنامہ

اشرف الجرائد

حیدرآباد

Volume:8 Issue:9 September 2015

مُدیر

مولانا محمد عبدالقوی

ادارہ اشرف العلوم ٹرسٹ حیدرآباد

www.idara.info

اشرف الجرائد میں شامل تمام مضامین کی تمام جزئیات سے مدیر کا اتفاق ضروری نہیں

آئینۂ مضامین

پیش گفتار	میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند	مولانا خواجہ نصیر الدین قاسمی	۵
درسِ قرآن	میری زندگی کا مقصد ترے دین کی سرفرازی	مولانا مفتی محمد اسعد اللہ قاسمی	۹
درسِ حدیث	ستر پوشی کا اہتمام کیجئے	مولانا سید نذیر احمد یونس قاسمی	۱۲
گوشۂ خواتین	دوزخ سے بچنے کی تدابیر	مفتی محمد احمد علی قاسمی	۱۴
گوشۂ حج و قربانی	حج مبرور اور ہماری کوتاہیاں	مرزا اسماعیل ذبیح اللہ قاسمی	۱۷
"	حج کو تفریح کا ذریعہ نہ بنائیں	مولانا غیاث الدین دھام پوری	۲۰
"	ذبح عظیم	حضرت قطب الدین ملاؒ	۲۳
"	قربانی ایک عظیم عبادت	مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	۲۸
تعاقبِ فرقِ باطلہ	فتنہ انکار حدیث اور اسباب وعلل	مولانا محمد کبیر الدین قاسمی	۳۱
لمحہ فکریہ	اسلامک بنکنگ اسلامی سے زیادہ ایک انسانی ضرورت	مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی	۳۷
"	مسلمانوں کا عروج وزوال اور ان کی ذمہ داریاں	مولانا محمد آصف علی قاسمی	۴۲
فقہ وفتاویٰ	قربانی سے متعلق چند اہم مسائل	مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی	۴۵
احوال وکوائف	ادارہ کے شب وروز	مولانا سید خواجہ نصیر الدین قاسمی	۴۷
خبرنامہ	عالمِ اسلام کی خبریں	مولانا محمد عبد القادر فرید قاسمی	۴۹

اشرف الجرائد کی توسیع واشاعت میں حصہ لے کر اشاعتِ دین کا ثواب حاصل فرمائیں۔ ادارہ

پیش گفتار

میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

مولانا خواجہ نصیرالدین قاسمی*

حق تعالیٰ کی کائنات میں لاتعداد قدرت کے مظاہر ہیں جو اس کی وحدانیت کا ہر لمحہ ہر آن اعلان کرتے رہتے ہیں، شجر وحجر، بحر وبر، شمس وقمر، لیل ونہار، ارض وسماء، آب وگیاہ، چہچہاتے پرند، لہلہاتے برگ وبار، پہاڑوں سے بہتے آبشار، آسمان کی زینت بنے چمکتے دمکتے ستارے، گلہائے رنگارنگ سے سجے دبستاں، لذیذ وشریں میوجات وپھلوں سے معمور باغات، اور بے شمار مخلوقات ومصنوعات سب خدا کی خدائی کی شاہکار ہیں، ہر ایک تسبیح وتقدیسِ خداوندی کی نغمہ سرا ہیں:

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَھُوْنَ تَسْبِیْحَھُمْ ط (سورۃ الاسراء: ۴۴)

کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو لیکن تم ان کی حمد نہیں سمجھتے۔

انہی مظاہر قدرت میں ایک عظیم الشان، نہایت روشن وچمکدار مظہر آفتاب ہے، سورج مشہور کواکب سبعہ میں سب سے بڑا اور سب سے روشن ہے، اس کا حجم ہمارے کرۂ ارض سے کئی گنا بڑا ہے، اس کے طلوع ہوتے ہی بے شمار مخلوقات کو نئی زندگی، نئی امنگ، نئی صحت وتوانائی ملتی ہے؛ جس کی آمد سے دن نکلتا ہے، مخلوقاتِ عالم فضل خداوندی یعنی کسب معاش کی فکر میں اپنے آشیانوں سے نکل پڑتے ہیں؛ اس کے غروب سے انہی مخلوقات کو رات اور اس میں تھکاوٹ زائل کرنے والی پُرسکون نیند میسر آتی ہے؛ دنیا اپنی مدتِ عمر اس کی گردش سے طئے کر رہی ہے؛ شب وروز کے ۲۴ رگھنٹے، ہفتے کے سات دن، مہینے ۳۰ر۳۱ دن، سال کے بارہ مہینے، اور صدی کے سو سال کے حساب میں طلوع وغروبِ آفتاب کو بڑا دخل ہے؛ بلکہ انسان اپنے معاملاتی ومعاشرتی امور میں شمسی تواریخ کا لحاظ رکھتا ہے حتیٰ کہ خود اپنی عمر

*استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

کا اندازہ بھی اسی سے لگا تا ہے؛ علاوہ ازیں سیدنا حضرت ابراھیم علیہ السلام نے نمرود کے دعویٰ معبودیت کو باطل کرنے کے لئے طلوعِ آفتاب کو حق تعالیٰ کی زبردست قدرت کا مظہر بتایا: فَإِنَّ اللّٰهَ يَأْتِي بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَأْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ (البقرہ: ۲۵۸) اچھا اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے تم ذرا اُسے مغرب سے نکال کر بتاؤ؛ اور حق تعالیٰ نے خود کلامِ مجید میں اس کی قسم کھا کر اُسے اپنی قدرت کی عظیم نشانی بتلایا؛ اس کی مُسلمہ نافعیت وافادیت کے باوجود اُسے اپنی سب سے افضل واشرف مخلوق انسان کا خادم بنایا ہے؛ لیکن انسان کی بداعتقادی وبدعملی کا یہ نمونہ سامنے آیا کہ اُس نے آفتاب ہی کو مخدوم، معظم ومحترم بلکہ معبود بنالیا اور حقیقی معبود حق تعالیٰ کو چھوڑ کر اس کے سامنے سرنگوں ہونے لگا، نجوم پرستی، عبدیتِ شمسی کا یہ مرض پچھلی قوموں سے چلا آرہا ہے جیسا کہ قرآن عظیم نے قومِ ابراھیم کا ذکر اشارۃً سورۂ انعام میں اور ملکۂ سبا اور اس کی قوم کا ذکر صراحۃً سورۂ نمل میں کیا ہے۔

لیکن اسلام نے آفتاب کی تمام قوتوں وضیاپاشیوں کو حق تعالیٰ کی قدرتِ جلیلہ کی ایک نشانی بتایا اور قوموں کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ آفتاب اپنی ذات وصفات اور نقل وحرکت میں باری تعالیٰ کا تابع اور حکمِ رب کا پابند ہے؛ اُسے روشنی خدا نے بخشی، اُسے اپنے مدار میں چلنا خدا نے سکھایا، اُسے مخلوقات کے لئے حساب دانی کا ذریعہ خدا نے بنایا، وہ اپنی روش میں خود سے نہ تیز گام ہوسکتا ہے نہ سبک رفتار، دن نکلنے کا سہرا اس کے سر اللہ تعالیٰ نے باندھا اور اس کی عبدیت وبندگی کو ان الفاظ میں بیان فرمایا: "تو نے نہیں دیکھا کہ جو کوئی آسمان میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے، سورج، چاند، تارے پہاڑ، درخت، جانور اور بہت سے آدمی اللہ کو سجدہ کرتے ہیں" (الحج: ۱۸) ایک حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب سورج ڈوبتا ہے تو تم جانتے وہ کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زیادہ علم ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: وہ چلا جاتا ہے اور عرش کے نیچے سجدہ ریز ہوتا ہے پھر (اگلے روز طلوع کی) اجازت لیتا ہے تو اس کی اجازت مل جاتی ہے، پھر (ایک وقت آئے گا کہ) وہ سجدہ کرے گا تو اس کا سجدہ قبول نہیں کیا جائے گا وہ اجازت طلب کرے گا تو اجازت نہیں ملے گی، اس سے کہا جائے گا جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جا تو پھر وہ مغرب سے طلوع ہوگا، یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے قول وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ط کا اور فرمایا اس کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔ (متفق علیہ)

معلوم ہوا کہ بارگاہِ رب العزت میں آفتاب خود محتاج وبے بس بن کر حاضر ہوتا ہے اور حکمِ رب کا منتظر رہتا ہے تو وہ کس طرح مسجود، معبود اور خدائی تعظیم کا مستحق ہوسکتا ہے؟ مشاہدہ ہے کہ اُسے کبھی کبھی گرہن بھی لگ جاتا ہے بلکہ قربِ قیامت حق تعالیٰ اُسے مغرب سے ظاہر کریں گے اور روزِ قیامت بے نور کردیں گے؛ لیکن

اُسے چوں چرا کی کوئی مجال نہ رہے گی۔ ایسی بے بس مخلوق کو بے مثال، عظیم الشان قدرت والے خالق کا شریک وسہیم ٹھہرانا اغوائے شیطانی ہی کا اثر ہے؛ اسی سبب ماضی میں قومیں کفر وشرک کی ہلاکت خیز وادی میں جا گریں، حال ومستقبل میں جو قومیں اس کے اثر کو قبول کریں گی وہ بھی جہنم کا ایندھن بن جائیں گی؛ اس لئے رب حکیم نے بندوں کے ضعفِ عقل واعتقاد کو مدنظر رکھ کر صاف الفاظ میں انھیں ہدایت دیدی کہ:

وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۳۷﴾ (حٰم سجدہ)

اور اسی (اللہ) کی نشانیوں میں سے ہے یہ رات اور دن اور سورج اور چاند، نہ سورج کو سجدہ کرو نہ چاند کو، اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا ہے اگر واقعی تمہیں اس کی عبادت کرنی ہے۔

اسلام میں کسی مخلوق کو نہ سجدۂ تعبدی کرنا ہے نہ سجدۂ تعظیمی؛ بلکہ ایسی حرکات وسکنات سے بھی اجتناب کا حکم ہے جس سے عبدیت مفہوم ہوسکتی ہو یا ایسی تعظیم جس سے کفر وشرک کو راہ مل سکتی ہو؛ مفسر قرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے فسجدوا الا ابلیس کے ذیل میں اس کو خوب واضح انداز میں بیان فرمایا ہے:

"اصل کفر وشرک اور غیر اللہ کی عبادت تو اصولِ ایمان کے خلاف ہے، وہ کبھی کسی شریعت میں جائز نہیں ہوسکتی، لیکن کچھ افعال واعمال ایسے ہیں جو اپنی ذات میں شرک وکفر نہیں، مگر لوگوں کی جہالت اور غفلت سے وہ افعال ذریعہ شرک وکفر کا بن سکتے ہیں ایسے افعال کو انبیاء سابقین کی شریعتوں میں مطلقاً منع نہیں کیا، بلکہ ان کو ذریعۂ شرک بنانے سے روکا گیا، جیسے جانداروں کی تصویر بنانا اور استعمال کرنا اپنی ذات میں کفر وشرک نہیں، اس لئے پچھلی شریعتوں میں جائز تھا، حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے: يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ (یعنی جنات اُن کے لئے بڑی محرابیں اور تصویریں بنایا کرتے تھے) اسی طرح سجدۂ تعظیمی پچھلی شریعتوں میں جائز تھا، لیکن آخر کار لوگوں کی جہالت سے یہی چیزیں شرک وبت پرستی کا ذریعہ بن گئیں، اور اسی راہ سے انبیاء علیہم السلام کے دین وشریعت میں تحریف ہوگئی اور پھر دوسرے انبیاء اور دوسری شریعتوں نے آکر اس کو مٹایا، شریعتِ محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) چونکہ دائمی اور ابدی شریعت ہے، رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت ورسالت ختم اور آپ کی شریعت آخری شریعت ہے اس لئے اس کو مسخ وتحریف سے بچانے کے لئے ہر ایسے سوراخ کو بند کردیا گیا جہاں سے شرک وبت پرستی آسکتی تھی، اسی سلسلہ میں وہ تمام چیزیں اس شریعت میں حرام قرار دی گئیں جو کسی زمانے میں شرک وبت پرستی کا ذریعہ بنی تھیں؛ تصویر سازی

اوراس کے استعمال کواسی وجہ سے حرام کیا گیا، سجدۂ تعظیمی اسی وجہ سے حرام ہوا؛ ایسے اوقات میں نماز پڑھنے کوحرام کردیا گیا جن میں مشرکین اور کفار اپنے معبودوں کی عبادت کیا کرتے تھے، کہ یہ ظاہری مطابقت کسی وقت شرک کا ذریعہ نہ بن جائے"۔۔۔۔(معارف القرآن ۱/ ۱۸۸، ۱۸۹)

حاصل یہ نکلا کہ غیر اللہ کوعبادت کے تصور سے سجدہ کرنا عین کفر ہے اور تعظیم کے تصور سے سرنگوں ہونا، جھکنا، رکوع یا سجدہ کرنا کفر وشرک ہونے کی وجہ سے حرام ہے، اسی کوسامنے رکھتے ہوئے یہ سمجھنا چاہیئے کہ آفتاب کومعبود سمجھ کراس کی پرستش کرنا، اس کے طلوع کے وقت اس کے سامنے عاجزی وانکساری کا اظہار، اُسے پَرنام کرنا (یعنی ہاتھ جوڑنا) اوراس سے خیر کے طلبگار ہونا ـــــ جیسا کہ کفار ومشرکین صبح سویرے دریاؤں کے کنارے، پارکوں، مندروں میں کرتے ہیں اوراب تعلیمی اداروں میں بھی کرنے لگے ہیں ـــــ مشرکانہ عمل ہے؛ اورغیر مسلموں کی دیکھا دیکھی، یا اُن کے ساتھ موافقتِ ظاہری کیلئے، یا اجتماعی عمل میں شرکت کے نام پر، یا ورزش کی خاطر اگر "یوگا" میں مسلمان اوران کی نسلیں "سوریہ نمسکار" کرنے لگیں، زبان پر کفریہ کلمات بھی جاری ہوں تو یہ اسلام وایمان کے مغائر یا کم ازکم کفر وشرک کی راہ پر ڈالنے والے احوال اورافعال ہیں، اس سے سختی سے بچنا اوراپنی اولاد کواس کی حقیقت سے واقف کرانا ہر مسلمان کا ایمانی تقاضہ اوراسلامی فریضہ ہے، ورنہ آئندہ مسلمانوں کی نسلیں اس طوفانِ الحاد وکفر کی نذر ہوجائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہر طرح کی مشرکانہ وکافرانہ اقوال واعمال اورحرکات وسکنات سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

وفات کے بعد اعمال کا اجر پانے والے سات آدمی

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مومن کی وفات کے بعد اس کے اچھے اعمال اور نیکیوں میں جو چیز لاحق ہوگی (ان میں ایک تو) ایسا علم ہے جس کو اس نے حاصل کیا اور پھیلایا (دوسرے) وہ شخص جس نے نیک اولاد چھوڑی (تیسرے) وہ شخص جس نے کسی کو قرآن مجید دی (چوتھے) وہ شخص جس نے مسجد بنائی (پانچویں) وہ شخص جس نے مسافر کے لئے رہائش گاہ تعمیر کی (چھٹے) وہ شخص جس نے نہر کھدوائی (ساتویں) وہ شخص جس نے اپنی زندگی اور صحت کے زمانہ میں اپنے مال میں سے کوئی صدقہ دیا تو یہ تمام چیزیں بعد از وفات مومن کے ساتھ لاحق ہونگی یعنی ان اعمال کا اجر اس کو مرنے کے بعد بھی ملتا رہے گا۔ (سنن ابن ماجہ: ۲۴۲، شعب الایمان: ۳۱۷۴)

درسِ قرآن

میری زندگی کا مقصد ترے دین کی سرفرازی

مولانا مفتی محمد اسعد اللہ قاسمی*

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ ﴿۶۷﴾ (سورۃ المائدۃ)

ترجمہ: اے رسول! جو کچھ آپ کے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے آپ سب پہنچا دیجئے اور اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو آپ نے اللہ تعالیٰ ایک پیغام بھی نہیں پہنچایا اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں سے محفوظ رکھے گا؛ یقیناً اللہ تعالیٰ ان کافر لوگوں کو راہ نہ دیں گے۔

تشریح: اسلام دنیائے انسانیت کے لئے ایک نعمت ورحمت ہے اور کفر وشرک ظلمت ولعنت ہے اسلام انسانیت کے ہر فرد کا سب سے اہم حق ہے اگر زندگی میں وہ کسی طرح اس حق کو حاصل کر لیتا ہے اور اس کے مطابق اپنی زندگی بنالیتا ہے تو پھر ہر طرح کی کامیابی، ترقی راحت وسکون اس کا مقدر ہے اور اگر وہ کسی طرح اس کو پانے سے محروم رہ گیا تو پھر یہ زندگی جانوروں سے بدتر ہے اور اس کے بعد کی زندگی تو اور زیادہ ہولناک والم ناک ہے۔

افسوس آج اکثر بندگانِ خدا اپنی نادانیوں کے سبب اپنے اس سب سے اہم حق اور اس کی برکتوں سے بہت دور ہے اور کفر وشرک کی ظلمتوں ولعنتوں میں گرفتار ہیں۔

اور اس کی سب سے بڑی اور قدیم وجہ یہ ہے کہ جو لوگ اس حق کو پا چکے انہوں نے دوسرے محروم لوگوں تک اس کو پہنچانے کے لئے بے انتہاء کوششیں نہیں کیں، کچھ خاص قربانیاں نہیں دیں اور اس فریضہ کو بہت معمولی اور بعض دفعہ غیر ضروری سمجھ لیا؛ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا آیت میں اس حق سے مالا مال افراد کو بڑی اہمیت کے ساتھ اسے دوسروں تک پہونچانے کا حکم دیا اس کو چھوڑنے کا کیا انجام ہے اسے بتایا اور اس سلسلہ میں

* استاذ فقہ وادب شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

اپنی جانب سے خصوصی حفاظت تک کا اعلان کیا؛ لیکن اکثر مسلمانوں نے اس فریضہ سے مجرمانہ غفلت برتی اس کو کچھ اہمیت نہ دی ہر طرح کی سہولتوں کے باوجود اس کے بے شمار مواقع گنوا دیئے بالخصوص ہمارے اس ملک ہندوستان میں صدیوں سے اس کے مواقع گنوائے گئے اور آج تک گنوائے جارہے ہیں؛ حالانکہ آٹھ صدیوں تک ہم مسلمانوں کے پاس اقتدار تھا، حکومت وسلطنت تھی، ہر طرح کی خوشحالی تھی، طاقت وقوت تھی، امن وسکون تھا، علمی وسعت، گہرائی اور پختگی تھی ساتھ ہی ساتھ ہر کسی کے ساتھ رواداری بھی تھی؛ لیکن ان سب کے باوجود اس معاملہ میں پوری مسلم حکومتوں اور سلطنتوں سے بڑی غفلت ہوئی اور سوائے چند مشائخ وبزرگان دین کے پوری مسلم قوم سے زبردست کوتاہی ہوئی سات آٹھ صدیوں کی اس لمبی غفلت کے باوجود آج بھی اللہ تعالیٰ نے ہم مسلمانوں کے لئے اس فریضہ کو انجام دینے کا زبردست سامان کر رکھا ہے؛ لیکن ہم اس سامان سے صدیوں کی طویل غفلت وکوتاہی کو دور کرنے کے بجائے مزید اسے بڑھاتے جارہے ہیں اور اس فریضے کو انجام دینے کی جو آسان راہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے بنائی ہیں اُنھیں ہم نہایت بے حسی، کاہلی اور بے دردی سے ضائع کر رہے ہیں۔

اسلام سے محروم لوگ صدیوں سے ہمارے مشائخ کے مزاروں پر عقیدت مندانہ حاضر ہوتے ہیں نہایت والہانہ خادمانہ انداز میں وہاں قدمبوسی کرتے ہیں، بڑے عاجزانہ طریقے سے اپنی مرادوں اور منتوں کو مانگتے ہیں اور بڑی دریادلی کے ساتھ اپنی نذر ونیاز کی شاندار دعوتوں کو انجام دیتے ہیں، اسی طرح وہ اپنی بیماریوں اور سنگین پریشانیوں میں بڑی عقیدت سے ہمارے پاس آتے ہیں، اپنا دکھڑا سناتے ہیں، ہم سے دعائیں پڑھاتے ہیں، جھاڑ پھونک کراتے ہیں، تعویذ اور وظیفہ کے طلب گار ہوتے ہیں اور نہایت عقیدت، احترام اور یقین کے ساتھ ان سب چیزوں کو ہم سے لیتے ہیں اسکولوں میں ان کے اور ہمارے بچے ساتھ ساتھ پڑھتے ہیں، ان کے درمیان خوشگوار تعلقات ہوتے ہیں، کالجوں میں ہمارے اور ان کے نوجوان سالوں ہم جماعت رہتے ہیں، دونوں ایک دوسرے کو مختلف پروگراموں کی دعوت دیتے ہیں طرح طرح کے تحفوں سے ایک دوسرے کو نوازتے ہیں اور دونوں کے درمیان بہت ساری چیزوں میں گہری ہم آہنگی ہوتی ہے۔

سرکاری غیر سرکاری دفتروں، کمپنیوں، اداروں اور مختلف پیشوں میں ہم مسلمان اور غیر مسلم ایک ساتھ کام کرتے ہیں ایک دوسرے کا خیال رکھتے ہیں اجتماعی کوششیں کر کے حکومتوں سے اپنے حقوق منواتے ہیں اور دونوں کے درمیان وظیفہ یاب ہونے کے بعد بھی ربط وتعلق ہوتا ہے۔

تجارت وکاروبار، علاج ومعالجہ اور عدالت ووکالت یہ زندگی کے وہ شعبے ہیں جہاں بار بار مسلمانوں کو غیر مسلموں سے واسطہ پڑتا ہے، دونوں ان شعبوں میں ایک دوسرے کے قدرداں، احسان شناس، احسان منداور

شکر گذار بنے رہتے ہیں؛ یہ سب تبلیغ دین اور دعوتِ دین کے وہ مواقع ہیں جو بہت آسانی سے آئے دن ہمیں حاصل ہو رہے ہیں۔

آج ہمیں اس سلسلہ میں جتنے مواقع اور آسانیاں حاصل ہیں صحابہ کرامؓ کو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کا بیس فیصد بھی حاصل نہ تھا؛ لیکن اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور صحابہؓ نے اس قدر محنتیں کیں اور اس قدر قربانیاں پیش کی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں دو تہائی دنیا دامن اسلام میں آئی اور ان کی قیادت وحکومت کو ہنسی خوشی خوش آمدید کہا، صحابہؓ نے اس سلسلہ میں کبھی کسی خوف وڈر کا مظاہرہ نہیں کیا، کسی جانی ومالی نقصان کی پرواہ نہیں، **واللہ یعصمك من الناس** پر ان کا اعتماد واعتقاد اس درجہ بڑھا اس راہ کی ہر مشکل ان کے جذبہ دعوت کو بڑھانے اور ان سے ہر طرح کے خوف کو مٹانے کا کام کیا۔

ضرورت اس کی ہے کہ ہم اپنی غفلتوں سے نکلے اپنی بے حسی کو چھوڑیں اور اس کام کو اس وقت کا سب سے اہم فریضہ سمجھیں، پوری جرأت وحکمت بھرپور حوصلوں اور سچے جذبوں کے ساتھ اس کو انجام دیں اور اس کی خاطر بڑی بڑی قربانیاں دیں۔

ان شاء اللہ اگر اس سلسلہ میں بیس فیصد بھی قوم وملت، عوام وخواص علماء وزعماء کی طرف سے کوشش ہوتی ہے تو اس کے نہایت حیرت انگیز اور خوشگوار اثرات مرتب ہوں گے اور ہمارے ملک میں ایک صالح تبدیلی اور سلامتی سے بھرپور انقلاب آئے گا، خصوصاً موجودہ حالات جس تیزی سے ملک کو ایک خاص رنگ کی طرف بڑی آسانی سے لیجا رہے ہیں اس میں کافی کمی آئیگی اور ہم مسلمانوں کو اس ملک میں پوری عزت اور امن وامان کے ساتھ رہنا نصیب ہوگا۔

درسِ حدیث

ستر پوشی کا اہتمام کیجئے

مولانا سید نذیر احمد یونس قاسمی*

عَنْ بَهْزِبنِ حَكِيم عَنْ اَبِيهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَال رَسُوْلَ الله ﷺ :اِحْفَظْ عَوْرَتَکَ اِلّا مِنْ زَوْجَتِکَ اَوْ مَا مَلَكَتْ يَمِينُکَ قُلْتُ يَارَسُولَ الله أَفَرَأَيتَ اِذَا كَانَ الرَّجُلُ خَالِياً قَالَ فَاللهُ اَحَقُّ اَنْ يَسْتَحْيِيَ مِنْهُ۔ (رواہ الترمذی وابوداؤد)

ترجمہ: حضرت بہز بن حکیمؒ اپنے والد حکیم اور انہوں نے بھز کے دادا (یعنی اپنے والد معاویہ بن حیدہؓ) سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی شرمگاہ محفوظ رکھو (کسی کے سامنے نہ کھولو) سوائے اپنی بیوی اور (شرعی) باندی کے (معاویہ بن حیدہ کہتے ہیں کہ) میں نے عرض کیا حضرت کیا فرماتے ہیں اس حالت کے بارے میں کہ جب آدمی بالکل تنہائی میں ہو؟ (کوئی دوسرا دیکھنے والا نہ ہو) آپ نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ سزاوار ہے اور اس کا زیادہ حق رکھتا ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔

تشریح: شرم وحیا انسانوں کا امتیاز اور ان سے جڑی ہوئی نمایاں خصوصیت ہے دیگر حیوانات کے مقابلہ میں انسانوں کو اس زیور سے آراستہ کیا گیا ہے، اسی تقاضہ کی بنا انسان ستر پوشی کرتا ہے شیطان معلون کی ابتداء سے یہ کوشش چلی آرہی ہے کہ کسی طرح انسانیت کو بے لباس کردے اس لئے اس کا پہلا حملہ اس طرح ہوا کہ اس کے بہکانے سے سیدنا حضرت آدم وحوا علیہما السلام نے ممنوعہ درخت کھالیا تو اس کا پہلا اثر یہ ہوا کہ ان کا جنتی لباس اُتر گیا اور وہ دونوں جنت کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے۔ (الاعراف: ۲۲)

معلوم ہوا کہ شیطانیت انسانیت کو مستور ومحجوب حیاو پاکیزگی کے لباس میں دیکھنا نہیں چاہتی اور اس کی عین خواہش ہے کہ انسانیت برہنہ اور بے لباس ہوجائے، اسی لئے خدا تعالیٰ نے اسلامی تعلیمات کی بنیاد انسان کی فطری تقاضوں پر رکھی ہے اور ان میں نمایاں مقام ستر اور حجاب کا ہے، جس کا ہر زمانہ میں نازل ہونے والی شریعت میں اہتمام کیا گیا اور نبی رحمت ﷺ کے ذریعہ جس دین کی تکمیل کی گئی اس میں مردوں اور عورتوں کے ستر کیلئے علاحدہ علاحدہ احکامات دیئے گئے۔

*استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

مذکورہ حدیث میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہی فرمایا کہ اپنے ستر کی حفاظت کرو کسی کے سامنے ستر مت کھولو کیوں کہ یہی فطرتِ انسانی کا عین تقاضہ ہے اور اسی میں انسانی اقدار کا تحفظ اور انسانیت کی بقا ہے۔ ہاں جب تم اپنے شہوانی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے اپنی بیوی یا شرعی باندی سے ملو تو ستر کھولنے کی اجازت ہے؛ لیکن جو ذاتِ گرامی اس کی اجازت دے رہی ہے خود اس کا حال امی جان عائشہ صدیقہؓ بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کبھی میرا ستر دیکھا اور نہ میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ستر دیکھا ہے؛ اور یہ تعلیم دی کہ دیکھو کوئی تم میں سے مجامعت کے وقت جانوروں کی طرح بالکل ننگا نہ ہو جایا کرے (ابنِ ماجہ باب التستر عند الجماع ابن ماجہ) بلکہ اپنے کو پوری طرح ڈھانک لے، جہاں اجازت دی گئی وہیں ان ہدایات کے ذریعہ حیا کے تقاضے سمجھائے گئے۔

معاویہ بن حِیدہؓ نے آخر میں یہ سوال بھی پوچھا کہ اگر تنہائی میں کوئی ستر کھولے تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ زیادہ حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے؛ یقیناً اس وقت کوئی تو نہیں دیکھ رہا ہے لیکن فرشتے تو حیا کرتے ہیں اور انسانوں کو بھی ان سے حیا کرنا چاہئے اور خدا کی نظر تو ہر حالت میں انسان پر ہے، مخلوق سے تو آدمی حیا کرتا ہے اور ستر پوشی کر لیتا ہے لیکن کیا خالق کے سامنے ستر پوشی ضروری نہیں ہے۔

شریعت میں مرد کے لئے ستر کی حد ناف سے لے کر گھٹنے سے نیچے تک ہے یعنی ناف اور گھٹنا دونوں ستر میں داخل ہیں، اس حصہ کو بلا ضرورت کے ظاہر کرنا جائز نہیں؛ عورتوں کے لئے ستر کے مختلف صورتیں ہیں، پہلی صورت یہ ہے کہ شوہر کے سامنے بیوی کے جسم کا کوئی حصہ چھپانا واجب نہیں ہاں بلا ضرورت جسم کے قابل حیا حصہ کو شوہر کے سامنے کھولنا بھی مناسب نہیں، دوسری صورت محرم رشتہ داروں کی ہے کہ ان کے سامنے سر، چہرہ، سینہ، پنڈلی، گردن، ہاتھ، پاؤں، بازو اور بال کھولنے کی اجازت ہے بقیہ جسم کے حصہ کا پردہ واجب اور ضروری ہے۔ تیسری صورت غیر محرم اجنبی مردوں کی ہے ان سے پورے جسم کا پردہ لازمی اور ضروری ہے۔

شریعتِ مطہرہ کی تو یہ واضح پاکیزہ تعلیمات ہیں لیکن صورتحال انتہائی تکلیف دہ اور افسوسناک ہے کہ نوجوانوں سے لے کر بڑے بوڑھوں تک سب چھوٹے چھوٹے نیکر پہنے گھروں میں اور باہر بے محابا گھوم رہے ہیں، نوجوان لڑکیاں اور عورتیں بھی حدود ستر کا کوئی پاس ولحاظ رکھے بغیر اپنے مستور اعضاء کی نمائش کر رہی ہیں گویا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وہ فرمان صادق آ رہا ہے کہ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ''ایسی عورتیں ہیں کہ جو کپڑا پہننے کے باوجود ننگی ہیں دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی ہیں اور خود بھی مائل ہونے والی ہیں ان کے سر اونٹ کے کوہان کی طرح جھکے ہوئے ہیں یہ جنت میں داخل نہ ہوں گی۔ (مسلم باب النساء کاسیات وعاریات)

حدیث کا سبق یہی ہے کہ ستر پوشی کا لحاظ کیا جائے حیا اور پاکدامنی کے لُٹتے ہوئے سرمایہ کا تحفظ کیا جائے حیوانیت وشیطانیت پر لگام کسی جائے، انسانی اقدار کی بقا کیلئے شریعتِ اسلامی کے بتلائے ہوئے سنہرے اطوارِ زندگی کو ملت اپنالے تو معاشرہ تباہی وبربادی سے محفوظ رہ سکتا ہے؛ اللہ تعالیٰ توفیق عمل نصیب فرمائے۔ آمین

گوشۂ خواتین

دوزخ سے بچنے کی تدابیر

مفتی محمد احمد علی قاسمی*

قرآن وحدیث میں عام طور پر احکامات وہدایات اور اوصاف واخلاق کا جو بیان ہوتا ہے اس کے مخاطب مرد وعورت دونوں ہوتے ہیں؛ لیکن بعض دفعہ خاص طور پر عورتیں ہی مخاطب ہوتی ہیں، جس میں اُن کے لئے مسرت وخوشی کا سامان بھی ہوتا ہے اور توجہ واہتمام کے ساتھ عمل کرنے کی تنبیہ بھی، ایک دفعہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے مجمع سے خطاب فرمایا؛ خطبہ اگرچہ مختصر ہے لیکن کافی اہمیت کا حامل اور توجہ دینے کے لائق ہے، خواتینِ اسلام کیلئے اس خطبہ میں خصوصی ہدایات ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) عید الفطر یا بقرعید کے موقع پر عیدگاہ تشریف لے جارہے تھے، راستہ میں عورتوں پر گزر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خطاب کرکے فرمایا: اے عورتو! صدقہ کرو؛ کیوں کہ مجھے دوزخ میں زیادہ تعداد عورتوں ہی کی دکھائی گئی، عورتوں نے پوچھا: یارسول اللہ! ایسا کیوں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس لئے کہ تم لعنت بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو، پھر فرمایا کہ: میں نے عورت سے بڑھ کر کسی کو نہیں دیکھا جو عقل اور دین کے اعتبار سے ناقص ہوتے ہوئے بھی ہوشیار مرد کی عقل کو اُڑا دیتی ہے، عورتوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے دین اور عقل میں کیا نقصان ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ عورت کی گواہی مرد کی آدھی گواہی کے برابر ہے؟ عرض کیا جی ہاں ایسا تو ہے، فرمایا: یہ اس کی عقل کی کمی کے سبب ہے، پھر فرمایا: کیا یہ بات نہیں کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو ان دنوں وہ نہ نماز پڑھتی ہے نہ روزہ رکھتی ہے؟ عورتوں نے جواب دیا کہ ہاں! ایسا تو ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس کے دین کا نقصان ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

دوسری حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید کی نماز ادا فرمائی، اس کے بعد خطبہ دیا پھر عورتوں کے پاس تشریف لے گئے، ان کو نصیحت فرمائی اور صدقہ کا حکم فرمایا، اس موقعہ پر آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی ساتھ آگئے تھے، انہوں نے اپنا ایک کپڑا پھیلا دیا، عورتیں اُس میں اپنے زیور اتار

*استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

اتار کر ڈالتی رہیں، اُن زیوروں میں موٹی موٹی انگوٹھیاں بھی تھیں۔ (بخاری شریف)

اِس خطبہ مبارکہ میں بنیادی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو کثرت سے جہنم میں دیکھنے کی تین وجوہات بیان فرمائی ہیں؛ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمایا کوئی معمولی بات نہیں ہے اس لئے عذاب سے دوزخ سے بچنے کا بڑا اہتمام کرنا چاہیئے

انجام وعاقبت کی ناکامی ونامرادی کی بنیادی وجہ موت وآخرت کو بھلا کر دنیا کے عیش وعشرت میں مست ومگن رہنا ہے؛ حالانکہ دنیا کی یہ زندگی چندروزہ ہے، اور آخرت کی زندگی نہ ختم ہونے والی زندگی ہے اور اُس زندگی میں کامیابی اُن لوگوں کے لئے ہے جو اِس دنیا میں اللہ کی اطاعت اور بندگی والی زندگی گذاریں، اور جو اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی کے بجائے نفس کے تقاضوں پر چلتے ہیں، وہ ناکام ونامراد ہیں، جن کے لئے عذابِ خداوندی کا وعدہ ہے، دوزخ کا یہ عذاب ایسا ہیبت ناک اور خطرناک ہے کہ کوئی انسان اُس کا تصور بھی نہیں کرسکتا؛ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: صدقہ کرکے دوزخ سے بچو اگرچہ آدھی کھجور ہی دے دو۔ (مشکوٰۃ شریف)

پہلی وجہ: صدقہ وخیرات کا اہتمام نہ کرنا، مذکورہ خطبہ میں دوزخ سے بچنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں کو صدقہ کا حکم دیا؛ عورتوں کو مال ودولت میں خاص طور پر زیورات سے بڑی محبت ہوتی ہے؛ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جانب توجہ دلائی؛ حضرت زینبؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مستورات کو یہ نصیحت فرمائی کہ اے عورتو! صدقہ دو اگرچہ اپنے زیور سے ہی ہو؛ کیوں کہ قیامت کے روز اکثر اہلِ دوزخ تم ہی ہوگی۔ (مشکوٰۃ شریف) دوزخ سے بچنے کی اس تدبیر (یعنی صدقہ) پر حضرات صحابیاتؓ نے بڑے اہتمام سے عمل کیا، ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابیہؓ اپنی لڑکی کو لے کر حاضر ہوئیں، لڑکی کے ہاتھ میں سونے کے موٹے موٹے کنگن تھے، آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا: کیا تم اِن کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ بولیں نہیں، فرمایا: کیا تمہیں یہ اچھا معلوم ہوتا ہے کہ خدا قیامت کے دن اس کے بدلہ میں اُس کے ہاتھ میں آگ کے کنگن پہنائے، انہوں نے یہ سنا تو فوراً کنگن آپ کے سامنے ڈال دیئے کہ یہ خدا اور اس کے رسول کے ہیں۔

صحابیاتؓ اہل حاجت کی اعانت وامداد فرمانے میں بھی پیش پیش رہتی تھیں؛ غزوہ اُحد میں حضرت صفیہؓ آئیں اور اپنے بھائی حضرت حمزہؓ سید الشہداء کے کفن کے لئے دو کپڑے لائیں؛ لیکن ان کی لاش کے پاس ایک انصاری کی لاش بھی اسی طرح محتاجِ لباس نظر آئی، دل میں شرمائیں کہ حمزہ دو کپڑوں میں کفنائے جائیں اور انصاری کے لئے ایک کپڑا بھی نہ ہو؟ پیمائش کی گئی تو ایک کا قد بڑا نکلا، مجبوراً کپڑے پر قرعہ ڈالا گیا، جو کپڑا جس کے حصہ میں آیا اُسے اسی میں کفنایا گیا۔ (اسوۂ صحابیات)

حضرات صحابیاتؓ کے ایک دو نہیں سینکڑوں واقعات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ اِنھیں مال و دولت اور سونا چاندی اور زیورات سے زیادہ اللہ ورسول کی مرضی سے رغبت تھی، اُن کا یہ اُسوہ اور نمونہ امت کی عورتوں کے لئے بہت بڑی دولت اور دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے، صدقہ خیرات کے اہتمام سے عذابِ دوزخ سے نجات بھی حاصل ہوتی ہے اور دنیا میں بھی اُس کے بہت فوائد حاصل ہوتے ہیں، اس لئے وقتاً فوقتاً حسبِ حیثیت صدقہ خیرات کا اہتمام کرنا چاہیئے۔

دوسری وجہ: زبان کے صحیح استعمال کا اہتمام نہ رکھنا، خطبۂ مذکورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوزخ میں عورتوں کے بکثرت ہونے کی ایک وجہ یہ بیان فرمائی کہ ''تم لعنت بہت کرتی ہو'' یعنی زبان کا غلط استعمال، دنیا میں جھگڑے اور فسادات زیادہ تر زبان کی بے احتیاطی اور غلط استعمال ہی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، اسی کی وجہ سے آدمی بڑے بڑے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ ایک صحابیؓ حضرت سفیان بن عبداللہ ثقفیؓ نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا: حضرت! میرے بارے میں جن باتوں کا خطرہ ہوسکتا ہے ان میں زیادہ خطرناک اور خوفناک کیا ہے؟ حضرت سفیانؓ کہتے ہیں: کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک پکڑ کے فرمایا: کہ سب سے زیادہ خطرہ اس سے ہے۔ (ترمذی شریف)

لعنت کرنا یعنی کوسنا، برا بھلا کہنا، ہر طرح کی بات جو زبان پہ آئے کہہ دینا عورتوں کا خاص مشغلہ ہے، کبھی ایک بات بے احتیاطی کی زبان سے نکلتی ہے تو میاں بیوی میں تفریق اور جدائی کا ذریعہ ہو جاتی ہے، کبھی رشتہ داریاں ٹوٹ جاتی ہیں، اور کچھ نہیں تو کیا جہنم کا عذاب کچھ کم ہے؟ اِس لئے زبان کے استعمال میں عورتوں کو خاص طور پر بڑی احتیاط برتنی چاہیئے، احتیاط یہ ہے کہ بولنے سے پہلے ہزار بار سوچے پھر بولے اور بقدرِ ضرورت بولے۔

تیسری وجہ: شوہر کی نافرمانی کر کے اُس کو ناراض و ناخوش رکھنا؛ شوہر کو اللہ تعالیٰ نے قوّام (یعنی نگرانی کرنے والا، سردار) بنایا ہے، اور بیوی بچوں کے اخراجات وضروریات کی تکمیل کی ذمہ داری مرد پر رکھی ہے، اسی وجہ سے شوہر کا مقام و مرتبہ بہت بلند قرار دیا گیا ہے، عورت کو سخت تاکید کی گئی ہے کہ وہ ہر دم شوہر کی خوشنودی اور رضا کی فکر کرے؛ (جب تک کہ اللہ ورسول کا حکم نہ ٹوٹے)۔ شوہر کے مقام بلند کو سمجھنے کے لئے یہ حدیث کافی ہے، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے (مشکوٰۃ) اِس لئے عذابِ دوزخ سے بچنے کیلئے شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری کا بھی اہتمام کرے۔

اللہ تعالیٰ ساری امت کی خواتین کو اِس خطبۂ مبارکہ پر کما حقہٗ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

گوشۂ حج واُضحیہ

حج مبرور اور ہماری کوتاہیاں

از: مرزا اسماعیل ذبیح اللہ عاقل قاسمی

حج ایک ایسی عبادت ہے جو تمام عبادتوں کا مجموعہ ہے مثلاً فریضۂ نماز کے ادا کرنے کے لئے وقت درکار ہوتا ہے روزہ کیلئے مومن کی جان لگتی ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کے لئے مال لگتا ہے اور فریضۂ حج کو ادا کرنے کے لئے جان و مال وقت یہ تینوں درکار ہوتے ہیں اس لئے حج کا سفر وہی خوش نصیب کرتا ہے جس کے دل میں عشقِ الٰہی کی چنگاری سلگ رہی ہے اور جس کے دل میں عشق نبی (علیہ السلام) کا لاوہ پک رہا ہو اور آخرت کا استحضار حقیقی معنوں میں دل کی اتاہ گہرائیوں میں پنہا ہو جب حاجی خلوصِ دل کے ساتھ حج کرتا ہے گویا وہ اللہ تعالیٰ کے دریائے رحمت میں غوطہ لگاتا اور غسل کرتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ گناہوں کے گندے اثرات سے پاک صاف ہو جاتا ہے اور ظاہری و باطنی نعمتوں سے سرفراز کیا جاتا ہے ظاہری نعمت سے مراد فقر و فاقہ، تنگ دستی ولاچاری سے بچالیا جاتا ہے اور باطنی نعمت سے مراد خوشحالی اور دلی اطمینان نصیب ہو جاتا ہے مزید برآں حجِ مبرور کے صلہ میں جنت کا عطا ہونا اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے "قال رسول اللہ ﷺ الحج المبرور لیس له جزاء الا الجنة"۔ (متفق علیہ) آپ ﷺ نے فرمایا حجِ مبرور (پاک اور مخلصانہ حج) کا بدلہ جنت ہے۔

گناہوں سے پاکی کا پروانہ:

جب حاجی سچی پکی توبہ کر کے میقات پر احرام باندھتا ہے اور بیت اللہ کی در و دیوار کو چمٹ کر ندامت کے گرم گرم آنسو بہاتا ہے پھر صفا و مروہ پر دوڑتے وقت اپنی خطاؤں پر روتا ہے اور منیٰ، مزدلفہ اور عرفات کے قیام کے دوران گڑگڑاتا ہے اور روضۂ اقدس پر حاضری کے وقت بڑی لجاجت کے ساتھ درود و سلام کا نذرانۂ عقیدت پیش کرتا ہے جب واپسی کا وقت قریب آتا ہے تو پھر بار بار پچھلے گناہوں کی معافی مانگتا ہوا اور آئندہ نہ کرنے کے عزم مصمم کے ساتھ واپس ہوتا ہے ایسے شخص کو نبی علیہ السلام نے خوش خبری دی ہے وہ ایسا لوٹتا ہے جیسے اس کی ماں نے اُسے ابھی جنا ہو (یعنی گناہوں کی گندگیوں سے پاک وصاف ہو کر لوٹتا ہے) قال رسول اللہ ﷺ من حج للہ فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه (متفق علیہ) جس آدمی نے حج کیا اور اس

میں نہ کوئی شہوانی اور فحش بات کا ارتکاب کیا اور نہ اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی کی تو وہ گناہوں سے ایسے پاک وصاف ہوکر واپس ہوگا جیسا کہ اس دن تھا جس دن اس کی ماں نے اس کو جنا تھا۔

مال رکھنے کے بعد حج نہ کرنے پر سخت وعید:

جو حضرات مالی استطاعت رکھنے کے باوجود حج کو موخر کرتے ہیں یا حج کا ارادہ ہی نہیں کرتے ایسے حضرات کو احادیثِ مبارکہ میں بڑی سخت ڈانٹ سنائی گئی ہے، جس کو سن کو ہر سنجیدہ طبیعت یقیناً لرز جائے گی، عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ :من ملک زادا وراحلة تبلغه الی بیت اللہ ولم یحج فلاعلیه ان یموت یهودیا او نصرانیا وذلک ان اللہ تبارک وتعالیٰ یقول وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا (ترمذی) حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے پاس سفرِ حج کا ضروری سامان ہو اور اس کو ایسی سواری میسر ہو جو بیت اللہ تک اس کو پہنچا سکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو وہ یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر کچھ فرق نہیں اور یہ (وعید) اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''جو لوگ بیت اللہ تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں ان پر بیت اللہ کا حج فرض ہے۔

اس حدیث مبارکہ میں بڑی سخت تنبیہ ہے کہ جو مالی استطاعت کے باوجود حج نہ کرے ان سے کہا گیا ہے وہ چاہے یہودی ہوکر مریں یا نصرانی ہوکر (معاذ اللہ) کتنی سخت وعید سنائی گئی ہے؛ آج معاشرہ میں ایک وبا یہ پھیلی ہوئی ہے کہ جب تک گھر کے کوئی بڑے حج نہیں کرتے اس وقت تک چھوٹے حج نہیں کرتے جب کہ چھوٹوں پر حج فرض ہے؛ علماء کرام فرماتے ہیں کہ جس پر حج فرض ہے وہ حج کے ادا کرنے میں جلدی کرے اگر تاخیر کرے گا تو وہ تاخیر کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور اگر اسی حالت میں موت آجائے تو وہ حج نہ کرنے کے گناہ کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگا۔

عام کوتاہیاں:

۱) والدین اس وقت تک حج نہیں کرتے جب تک تمام بیٹے اور بیٹیوں کی شادی نہ ہوجائے یہ خیال شرعی لحاظ سے بالکل غلط ہے اس لئے والدین کو چاہئیے کہ وہ اولاً حج کو ترجیح دیں، ان شاء اللہ اس کی برکت سے دوسرے مراحل بھی آسان ہوجائیں گے۔

۲) بعض حاجی حضرات سفرِ حج سے پہلے ہی داڑھی منڈا لیتے ہیں اور بعض حج مکمل ہونے کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری سے پہلے داڑھی منڈا لیتے ہیں یہ کتنی افسوسناک بات ہے مکہ مکرمہ کی مقدس سرزمین پر داڑھی منڈا کر گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرتے ہیں اور اسی منہ سے روضۂ اقدس پر حاضری دینے کے لئے جاتے ہیں، حاجی

حضرات داڑھی منڈانے سے بالکل پرہیز کریں۔

۳) حج کو جانے والے بعض حضرات اخبار میں حقوق العباد کی معافی کا اشتہار دیتے ہیں کہ اگر کسی کا ہم پر حق ہے تو اس حق کو معاف کردے؛ یہ کیسی معافی ہے؟ جب تک حق والا اپنا حق معاف نہیں کرتا اس وقت تک معافی نہیں ہوتی اسی لئے ل اشتہار دینے والوں کیلئے ضروری ہے کہ وہ انفرادی طور پر ہر حق والے کے پاس جا کر معافی مانگے۔

۴) حاجی حضرات جاتے وقت ایک بڑی دعوت کرتے ہیں جس میں اکثر لوگوں کی نماز فوت ہوجاتی ہے اور اس پر طرہ یہ کہ فوٹو گرافی بھی کرتے ہیں جو گناہِ کبیرہ ہے بعض تو حرم مکہ میں بیت اللہ کو پیٹ کر کے اپنی تصویر خود آپ لیتے ہیں یہ تو اور بھی بڑا گناہ ہے اس سے بچنے کی سخت ضرورت ہے۔

۵) ہر حاجی کو حج کے فرائض وواجبات کا علم ہونا بے حد ضروری ہے اگر حاجی اور حجن ان علوم کو حاصل نہیں کریں گے تو بعض دفعہ حج ہی ادا نہیں ہوتا اور بعض دفعہ کئی ایک دم واجب ہوجاتے ہیں، یہ اس وقت ہوتا ہے کہ جبکہ آدمی صحیح طور پر حج کے مسائل کو نہیں سیکھتا اس لئے جو حضرات حج کو جارہے ہیں وہ اپنے اپنے علاقہ اور محلہ کے مستند علماء کرام سے ان مسائل کو معلوم کریں اور محلہ کے اعتبار سے جہاں کہیں حج کے تربیتی کیمپ لگے ہوں وہاں ضرور شرکت کریں اس سے کافی مدد ملتی ہے۔

۶) حج سے پہلے جن معاصی میں مبتلا تھا اب حج سے آنے کے بعد ان سے بالکل پرہیز کرے، باقی زندگی شریعت وسنت کے مطابق گذارنے کا پکا ارادہ کرے؛ کہیں ایسا نہ ہو جیسے گئے تھے ویسے ہی آگئے؛ ہمارا حال ایسا ہوجائے جیسے شیخ سعدیؒ نے فرمایا۔

خرِ عیسیٰ گرش بمکہ رود
چو بیاید ہنوز خر باشد

یعنی عیسیٰ کا گدھا اگر مکہ بھی چلا جائے جب واپس آئے گا تب بھی گدھا ہی رہے گا؛ بہر حال ہر حاجی کو معاصی سے بچتے ہوئے حج کو مکمل کرنا اور واپسی کے بعد حج کو باقی رکھنے کی فکر کرنا چاہیئے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام حاجیوں کے حج کو قبول فرمائے۔ (آمین)

گوشۂ حج واُضحیہ

حج کو تفریح کا ذریعہ نہ بنائیں

مولانا غیاث الدین دہام پوری*

حج اسلام کا پانچواں رکن اور عظیم عبادت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو باہر نکلے حج یا عمرہ یا جہاد کے مقصد سے اس کے بعد وہ راستہ میں مر گیا تو اللہ سبحانہ تعالیٰ اس کے واسطے جہاد و حج اور عمرہ کا اجر لکھواتے ہیں۔ (شعب الایمان)

تجربہ کار افراد کا کہنا ہے کہ سفر حج میں سامان کم سے کم اور صرف نہایت ضروری اشیاء ہی لینی چاہئے زیادہ سامان کی وجہ سے بہت سی ضروری نعمتوں سے محروم ہونا پڑتا ہے آزادی نہیں رہتی بعض اوقات غیر ضروری اور غلط کام کرنے پڑ جاتے ہیں جس کا ہمیشہ افسوس رہتا ہے سفر حج دراصل ہار جیت کا سفر ہے ہار بھی ایسی کہ جس کے برابر کوئی ہار نہیں۔ اللہ کے گھر جائے اور اپنی شامت اعمال سے خالی ہاتھ واپس آئے بلکہ الٹے گناہوں کی گٹھری پیٹھ پر لاد کر لائے اور جیت بھی ایسی کہ کوئی فتح اور کامرانی اس کے برابر نہیں گناہوں سے ایسا پاک اور دھلا دھلایا جیسے ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو۔

اس سفر کے لئے جو کچھ بھی مانگا جائے کم ہے مگر خیال رہے کہ غیر ضروری باتیں ہرگز زبان پر نہ آنے پائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر شعبہ زندگی کے لئے منتخب دعائیہ الفاظ امت کو عطاء فرما گئے جس میں نہ کسی اضافہ کی ضرورت ہے نہ کسی ترمیم کی حاجت؛ حج کا مقدس و عظیم الشان سفر جو سراسر عشق و محبت کی تکمیل اور ایمان و تقویٰ کی تصویر ہے اس مبارک سفر میں بھی مسافرین حج کی ایک معتد بہ تعداد سے فرض نمازیں بھی فوت ہو جاتی ہیں، یہ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ سامان کی تیاری میں سخت انہماک ہے مگر اصل تیاری سے پوری طرح غفلت؛ ضرورت کی کوئی چیز رہ نہ جائے مگر دین کے مبادی اور ارکان کی طرف کوئی توجہ نہیں؛ جبکہ حجاج، مسلمانوں کی عام آبادی ہی کا جز ہیں ان سے کسی چیز میں ممتاز اور عام حالات سے کسی طرح مستثنیٰ نہیں ہو سکتے خصوصاً جب کہ ان کا بڑا حصہ عملی و ذہنی حیثیت سے پسماندہ اور غیر تعلیم یافتہ طبقہ سے تعلق رکھتا ہے، دین کے مبادی، ارکان سے ناواقفیت، حج کے حقوق و آداب سے غفلت، آخر مسلمانوں کی یہ آبادی سمندر کے کسی جزیرے سے تو نہیں آتی؟ حج کا

* خادم جامعہ عربیہ ہتھورا باندہ

مقصد امت کو تفریق سے بچانا ہے، اور محلہ کی سطح پر تفریق سے بچانے کا ذریعہ مسجد میں نماز باجماعت ہے، شہر اور بستی کی سطح پر اگر تفریق ہو تو اس کی اصلاح اور ناواقفیت یا مغالطہ کے ازالہ کی جگہ جامع مسجد ہے، اس سے بڑے پیمانے پر ہو تو عیدگاہ اور اگر اس سے بھی بڑے پیمانے پر عالم اسلام کے کسی حصہ یا ملک میں تفریق رونما ہو تو اس کا علاج حج کے موقع حرمین شریفین کی حاضری ہے؛ وہاں پہونچ کر معلوم ہوتا ہے کہ ہم کیسی نماز پڑھتے تھے؟ کیسا عقیدہ رکھتے تھے؟ کون سا غیر اسلامی شعار اختیار کئے ہوئے تھے؟ حج مرکز اسلامیہ میں سالانہ پیشی وحاضری ہے تاکہ اس کا عمومی جائزہ لیا جائے اور اس سے متعلق اطمینان حاصل کیا جائے کہ وہ مسلک ابراہیمی پر چل رہے ہیں یا نہیں؟ حج اگر نہ ہوتا تو ایک امریکن اسلام ہوتا، ایک یورپین، ایک ہندوستانی، ایک پاکستانی، وغیرہم، پاکستانی اسلام کو اگر کوئی ٹوکتا کہ یہ تم کیا کر رہے ہو تو جواب ملتا کہ ہمارے یہاں تو پشتوں سے یہی عمل ہوتا آرہا ہے اس طرح ہر ملک کا ایک الگ ہی جواب ہوتا گویا اسلام کھیل بن جاتا اس لئے حج کے موقع پر جب عوام، خواص، علماء امت، فقہاء ملت، دانشوران قوم، فلاسفر یکجا ہوتے ہیں تو سب کی قلعی کھل جاتی ہے، بعض مرتبہ کسان کے ارادے اور مرضی کے بغیر خودرو گھاس پھوس اگ آتی ہے اور کبھی ایسے جھاڑ جھنکاڑ پیدا ہوجاتے ہیں جو اصل زراعت کے لئے مضر ثابت ہوتے ہیں؛ اسی طرح اسلام کی کھیتی میں عالم اسلام کے دُور دراز گوشوں میں کبھی کبھی ایسے جھاڑ جھنکاڑ پیدا ہوجاتے ہیں جو تحریف اور بدعت کہلاتے ہیں انہیں جاہلانہ رسم ورواج، خودساختہ عبادات، اوہام اور خرافات کی بیخ کنی حج میں اچھی طرح ہوجاتی ہے؛ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے کیا بے نظیر بات لکھی ہے کہ ''امت کو تحریف سے بچانے کے لئے حج بہترین انتظام ہے''۔

عالم اسلام کا اگر حقیقت پسندانہ عمومی اور عالمگیر جائزہ لینا ہو تو حج سے بہتر کوئی موقع نہیں، اور اب تو عالم اسلام کے مسلمانوں میں حج بیت اللہ سے متعلق اس وقت کئی طرح کی کمزوریاں پیدا ہوچکی ہیں؛ آپ غور کریں گے تو ہر طرح کی بے ترتیبی کا عکس وہاں نظر آئیگا، بے شعوری، بدسلیقگی، بات کا نہ ماننا، نظام پر نہ چلنا، وحدت کی کمی، دین کی تمام ہی باتوں سے مکمل ناواقفیت، دین سے دوری وغیرہ؛ وہاں جاکر بھی لوگ اس متبرک مقام کو گھر کی چوپال سمجھتے ہیں، زائرین روضۂ اطہر کے سامنے کھڑے ہوکر محبت وحترام، عظمت وعقیدت اور آداب زیارت کو پس پشت ڈالکر درود وسلام کو نظر انداز کرکے تصویر کشی اور ویڈیو گرافی میں مشغول ہوجاتے ہیں جیسے اس کا شعور ہی نہیں کہ ہم کہاں کھڑے ہیں؟ کیا یہی بیت اللہ ومسجد حرام اور روضۂ اطہر صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت و عظمت کا لحاظ ہے؟ کیا انہیں ارمانوں سے یہاں آئے ہیں؟ کسے معلوم کہ ہماری یہ حاضری دوبارہ ہوگی بھی یا نہیں؟

مسلمانوں کی اس بے دینی، خودغرضی، اور خواہشات نفس کا کیا علاج ہے؟ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کا

قول ہے کہ مکہ مکرمہ کے علاوہ کسی جگہ مجھ سے ستر غلطیاں سرزد ہو جائیں میں یہ تو گوارہ کر سکتا ہوں لیکن یہ گوارا نہیں کر سکتا کہ مکہ مکرمہ میں ایک بھی غلطی سرزد ہو۔ کسی کہنے والے نے سچ کہا کہ حج پر ڈاکہ ڈالا جا رہا ہے اس سے بڑھ کر غیر اخلاقی مقاصد و منافع کے لئے مستقل ایجنسیاں قائم ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے صحیح فرمایا ہے کہ ''اخیر زمانہ میں بلاضرورت حج کرنے والوں کی کثرت ہوگی'' سفر حج ان کو بہت آسان معلوم ہوگا دولت کی ان کے پاس کمی نہ ہوگی وہ حج سے محروم اور تہی دست واپس ہونگے وہ خود ریتیلے اور چٹیل میدانوں میں سفر کرتے ہونگے اور ان کا ہمسایہ ان کے برابر میں گرفتار بلا ہوگا اس کے ساتھ کوئی حسنِ سلوک اور غم خواری نہ کریں گے۔

بہر حال سفر حج ایک عام سفر اور مقامات مقدسہ کوئی تفریح گاہ نہیں ہے کہ جہاں حاجی سیاح کی طرح جائے اور تاریخی مقامات کی سیر کر کے خالی ہاتھ واپس آجائے؛ انہیں چیزوں کے سد باب کے لئے شریعت نے حج کو عظمت و تقدس کا ایسا رنگ عطا کیا ہے جو ہرگز بے اثر نہیں ہوسکتا اس نے چاروں طرف ایسی فصیل کھڑی کر دی ہیں جس کی وجہ سے غفلت و ذھول، لایعنی اور فضول چیزوں کو اس کے اندر داخل ہونے کا موقع ہی نہیں ملتا؛ بہر طور حج کا ایک بڑا مقصد اپنے خالق اور محبوب حقیقی سے والہانہ محبت کا اظہار ہے اور اک خاموش پیغام ہے کہ اس کے عاشق و محبوب اور خلیل الرحمن حضرت ابراھیم علیہ الصلوۃ والسلام کے عمل کی نقل کرو اور یہ نہ پوچھو کہ کیوں؟

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے
اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا

گوشۂ حج واضحیہ

ذبحِ عظیم

از افادات: حضرت اقدس قطب الدین ملّا بلگامی رحمۃ اللہ علیہ
خلیفہ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ
پیشکش: محمد سلمان سجاد انگول بلگام

اسلام کی دو اہم عیدوں میں سے ایک ''عید قرباں'' ہے جو ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو سارے عالم میں منائی جاتی ہے، جو عربی ترکیب پر ''عید الاضحیٰ''، فارسی ترکیب پر ''عید اضحیٰ'' اور اردو میں بقر عید اور یا عید قرباں کے نام سے موسوم ہے۔ اس تقریب میں جانوروں کی قربانی دے کر ''سنتِ ابراہیمی'' کی یاد کو تازہ کیا جاتا ہے، جو کہ قربانی کی تاریخ میں ایک مثالی اور ممتاز واقعہ ہے۔ اس قربانی کا مقصد صرف جانوروں کو ذبح کرنا ہی نہیں بلکہ اس کے ذریعہ بندگانِ خدا میں جذبۂ قربانی کو ابھارنا مقصود ہوتا ہے۔

قربانی کیا ہے؟ اپنی محبوب چیزوں کو خدا کی خوشنودی کے لئے خدا کی راہ میں نچھاور کر دینا۔ کبھی یہ امر متقاضی ہوتا ہے کہ اس کی راہ میں مال کی قربانی پیش کر دی جائے، کبھی یہ ضروری ہوتا ہے کہ اپنی ہر شئے کو اللہ کی راہ میں لگا دیا جائے اور کبھی اس کی بھی ضرورت پیش آتی ہے کہ اپنی محبوب ترین متاع ''جانِ عزیز'' خدا کی راہ میں قربان کر دی جائے۔ امتثال امرِ الٰہی میں مزاحم ہونے والی طاغوتی قوتوں اور باطل طاقتوں کے مقابلے میں سینہ سپر ہو جانا، اپنی تمام تر قوتوں اور صلاحیتوں اور توانائیوں کو لگانا اور اس راستے کے مصائب و ابتلاء کو برداشت کرتے ہوئے امتحان دار و رسن سے گذر جانا، یہ سب کچھ قربانی کے وسیع مفہوم میں داخل ہیں۔ ایسے موقعوں پر حقِ قربانی ادا کرنے کو کسی اور پر یا خود اپنے اوپر ایک جور و ظلم سے تعبیر کرنا، بذات خود ایک ظلم و جہالت ہے۔ انسان کے لئے انتہائی سعادت کی بات تو یہی ہے کہ وہ راضی برضا رہ کر اور سرشارِ وفا ہو کر امتثالِ امر الٰہی میں کوشاں رہے۔

انسان اس کی راہ میں ثابت قدم رہے
گردن وہی ہے امرِ رضا میں جو خم رہے

یہ ایثار وقربانیاں مقاصد کے حصول کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ حیاتِ بے کیف کو یہ ایثار وقربانی ہی سرور وحلاوت اور سوز وگداز پیدا کر کے پُر کیف اور پُر بہار بنا دیتی ہے جو ہزاروں کو سرشار ووارفتہ بنا دینے کی موجب ہوتی ہیں۔ اسی لئے ایثار وقربانی کا باب تاریخِ مذاہب کا ایک روشن ودرخشندہ باب ہے۔ اسلامی تاریخ، ایثار وقربانیوں کے بے شمار واقعات سے بھری پڑی ہے۔ سنت ابراہیمی کی اصل بنیاد ''قربانی'' ہے، اسی لئے اگر اس کو ایثار وقربانی کا مذہب کہا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

ویسے تو ماہ محرم میں اصل یاد تو اسلامی تاریخ کی عظیم ترین قربانی ہجرت نبوی کی ہونی چاہئے کیونکہ ہجرت سے اسلامی جنتری کی ابتداء کا فیصلہ کر کے سیدنا عمر فاروقؓ کی قیادت میں صحابۂ کرام نے اس کا اعلان کر دیا تھا کہ حق، ملک ومال اور اسباب وسائل سے نہیں پھیلتا، بلکہ اللہ کے لئے سب کچھ قربان کر دینے، سب کچھ چھوڑ دینے سے پھیلتا ہے۔

اسلام کی تاریخ دراصل قربانیوں ہی کی تاریخ ہے۔ حضرت حمزہؓ نے اپنی جان کی قربانی کچھ اس طرح پیش کی کہ ''سید الشہداء'' کہلائے۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت ایک عظیم شہادت ہے۔ پھر ہزاروں مہاجرین اور انصار کی قربانیاں ہیں۔ بعد کے دور میں ائمہ اربعہ، بالخصوص امام احمد بن حنبلؒ، امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کا مثالی کردار ہے، یہ سلسلہ کسی مقام پر ختم ہونے نہیں پاتا ہے ؎

فطرت سنا رہی ہے ازل سے اسی طرح
لیکن ہنوز ختم مری داستاں نہیں

وہ کون ہے جو حق کی حمایت کیلئے کھڑا ہوا ہو اور اس کی راہ میں طاغوتی قوتوں نے رخنہ اندازی نہ کی ہو اور حامیٔ حق کو عظیم قربانیاں نہ دینی پڑی ہوں، یہاں تک کہ اپنی جانوں کی بازی لگا کر حق ادا کیا اور یوں سمجھا ؎

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اس معرکۂ حق وباطل میں کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ چند بے وقعت سنگریزوں نے ایک عظیم الشان چٹان پر بظاہر غلبہ حاصل کر لیا لیکن بعد میں چل کر اسی ٹوٹی ہوئی چٹان سے ایک شیریں اور زمزمہ سنج چشمہ ابل پڑا جس نے ساری فضا کو مترنم بنا دیا، اور یہ امر ہر ایک کی روح میں شیرینی گھول دیتا ہے۔

جہاں پر اس عظیم قربانیوں کے دوررس اثرات مرتب ہوئے، وہیں خود ان قربانی دینے والوں کی شانِ جلالت ارفع واعلیٰ ہوگئی۔ پھر یہ زندگیاں ایسی نہیں تھیں کہ ان کے نقوش کو مٹا دیا جاتا یا بھلا دیا جاتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا احترام، ان کی عقیدت اور ان کی محبت کروڑوں انسانوں کے دلوں میں بطور امانت اور ایک

متاعِ بے بہا کی حیثیت سے آج بھی موجود ہے۔

ان قربانیوں کے پیچھے جو جذبۂ خلوص وللّٰہیت کام کر رہا تھا وہ خدا کے نزدیک ایسا مقبول اور اتنا پسندیدہ ہوا کہ اس نے ان آزمائشوں سے استقامت وثبات قدمی کے ساتھ گذرنے والے کے اسوۂ حمیدہ کو لوگوں کے لئے نمونہ عمل بنادیا۔ انہیں خاصانِ خدا میں ایک حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ ان کی اس طرح کی عظیم قربانیوں کے واقعات ہر سہ کتب سماوی توریت، انجیل اور قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ قرآن مجید کی ۲۵ سورتوں کی ۶۳ آیات میں حضرت ابراہیمؑ کا تذکرہ موجود ہے، یہی وہ مجددِ انبیاء ورسل ہیں جو بنی اسرائیل اور مسلمان سبھی کے یہاں قابل صد احترام ہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ پہلی ہستی ہیں جنہیں راہ عزیمت میں بڑی سے بڑی آزمائشوں سے گذرنا پڑا، اور ان میں کامران وکامیاب ہوکر مرتبۂ خلیل سے مشرف ہوئے۔

پہلی آزمائش تو یہ تھی کہ نمرود نے ''ابلاغِ حق'' کے جرم میں انہیں دہکتی آگ میں جھونک دیا۔ صد آفریں جنونِ عشق کہ اس کے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی لغزش نہیں ہو پائی اور وہ عشق خداوندی میں اپنے آپ کو نذرِ آتش کر دیتے ہیں ؎

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

پھر دنیا نے ایک عجیب منظر دیکھا کہ جلا کر خاکستر کر دینے والی آگ کے شعلے حضرت ابراہیمؑ کے حق میں بردوسلام بن جاتے ہیں، اور آگ باندازِ گلستاں ہوجاتی ہے۔

دوسری آزمائش کی گھڑی وہ تھی جب کہ امتثال امرالٰہی میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے کمسن اور اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو ایک لق ودق اور بے آب وگیاہ میدان میں چھوڑنا پڑا تھا۔ ۸۶-۸۷ سال کی عمر تک حضرت ابراہیمؑ کی کوئی اولاد نہیں تھی اس وقت حضرت ابراہیمؑ نے بارگاہ خداوندی میں نیک وصالح فرزند کے لیے دعا کی تھی جو قبول ہوئی، اسی لئے بچے کا نام اسماعیل رکھا۔ عبرانی میں اس کا تلفظ ''شماع ایل'' ہوتا ہے، عبرانی کے ''شماع'' اور عربی کے ''اسمع'' کے معنی ہیں ''سُن''، اور ''ایل'' کے معنی اللہ۔ چونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی ولادت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سن لی تھی اس لئے یہ نام رکھا گیا تھا۔ خیر! ان دعاؤں اور تمناؤں کے ثمر، گھر کے چشم وچراغ اور اکلوتے شیر خوار بچے کو فاران کے بیاباں میں چھوڑ آتے ہیں اور پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتے کہ کہیں شفقت پدری جوش میں نہ آجائے اور امتثالِ امرالٰہی میں لغزش نہ ہوجائے، یہ کس کی جرأت وہمت کا کام تھا؟

بلاشبہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شانِ جلالت اور علو مرتبت ہی کا حصہ تھا۔

بخاری کی حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت ہاجرہ علیہا السلام کو خانۂ کعبہ کے پاس زمزم کے موجودہ مقام سے بالائی حصہ پر چھوڑا گیا تھا، اور ان کے پاس حضرت ابراہیمؑ نے صرف پانی کا ایک مشکیزہ اور کھجوروں کی ایک تھیلی چھوڑی تھی۔ جب یہ پانی اور کھجوریں ختم ہوگئیں تو دونوں کی حالت دگرگوں ہونے لگی۔ بچے کی بے تابی ماں سے دیکھی نہ جاتی تھی، وہ حضرت اسماعیلؑ کو چھوڑ کر دور جا بیٹھیں کہ اس حالت زار میں ان کو اپنی آنکھ سے نہ دیکھ سکیں۔ پھر پانی کی تلاش میں کوہ صفا پر چڑھ گئیں، کہیں کچھ نظر نہ آیا تو دوسری جانب کی پہاڑی مروہ پر چڑھ گئیں، بیچ کے میدان میں ایک گڑھا سا تھا وہاں پہنچتیں تو بچہ نظر نہ آتا تھا، اس لئے اتنا حصہ دوڑ کر طے کرتی تھی۔ اس طرح صفا و مروہ کے درمیان ہاجرہ نے سات چکر لگائے۔ اللہ کو یہ ادا اتنی پسند آئی کہ بطور یادگار اس کو باقی رکھنے کا انتظام کیا۔ یہی وہ سعی بین الصفا والمروہ ہے جو حج میں لوگ کرتے ہیں۔ آخری مرتبہ جب وہ مروہ پر تھیں تو کانوں میں ایک آواز آئی، یہ آواز دینے والے خدا کے فرشتے حضرت جبرئیل تھے، انہوں نے اس جگہ اپنا بازو مارا جہاں آج زمزم ہے، اسی وقت وہاں سے پانی ابلنے لگا۔ یہی وہ پانی ہے جو بہت مبارک اور متبرک ہے اور جسے حجاج کرام سوغاتِ حجاز کے طور پر اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے چھوڑ جاتے وقت حضرت ہاجرہ نے پورے ایمان و توکل کے ساتھ کہا تھا کہ اگر اللہ کے حکم سے ہمیں اس جگہ چھوڑ گیا ہے تو ہمیں کسی بات کا غم نہیں، بلاشبہ وہ ہم کو ضائع و برباد نہیں کرے گا۔ اللہ اللہ! ہاجرہ کا وہ یقین اور حضرت ابراہیمؑ کی وہ دعا اور ان کا ایثار رنگ لاتا ہے کہ خدا انہیں ضائع کرتا ہے نہ برباد۔ بلکہ ان کی ایک ایک ادا کو زندہ و تابندہ رکھنے کا انتظام ہوتا ہے، چاہِ زمزم جب تک باقی رہے گا اور سعی بین الصفا والمروہ جب تک جاری رہے گا اس عظیم واقعہ کی یاد ہوتی رہے گی۔

ان دونوں کٹھن منزلوں سے گذرنے کے بعد اب تیسرا امتحان ہے جو پہلے دونوں سے بھی زیادہ سخت، زہرہ گداز اور جاں گسل ہے۔ حضرت ابراہیمؑ تین شب مسلسل خواب دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے اکلوتے بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کر رہے ہیں۔ انبیاءؑ کا خواب رؤیاء صادقہ اور وحیٔ الٰہی ہوتا ہے۔ حضرت ابراہیمؑ پیکر رضا و تسلیم بن کر تیار ہو جاتے ہیں اور اپنے بیٹے سے اپنا خواب اور خدا کا حکم سناتے ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام جن کے لئے ذبیح اللہ کا عظیم الشان شرف مقسوم ہو چکا تھا فرماتے ہیں: اے میرے ابا! اگر خدا کا یہی حکم ہے تو اس کو پورا کر دیجئے، انشاء اللہ آپ مجھ کو صابرین میں سے پائیں گے۔ تقریباً سو سال کا بوڑھا باپ ۱۳-۱۴ سال کے سعادت مند بیٹے کو جنگل کی طرف لے جاتا ہے کہ اس کی حلق پر چھری پھیر کر اللہ کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ کہتے ہیں ان موقعوں پر شیطان رجیم نے ان کے دل میں وسوسہ ڈالا، انہوں نے لعنت کے اظہار کے طور پر اس کو

''رجم'' کیا، جس کے لفظی معنی کنکریاں مارنے کے ہیں، اسی لئے شیطان کو ''رجیم'' (یعنی کنکریاں مارا گیا) کہتے ہیں۔ آج بھی حج کے موقع پر یہ عمل اسی انداز میں ادا ہوتا ہے۔ الغرض مروہ پہاڑی پر پہنچ کر حضرت خلیلؑ، حضرت ذبیح اللہ کے ہاتھ پیر ایک مذبوح جانور کی طرح باندھتے ہیں، چھری کو تیز کرتے ہیں اور پیشانی کے بل لٹا کر ذبح کرنے لگ جاتے ہیں۔ شاید ہی دنیا نے ایسا حیران کن منظر دیکھا ہو۔ اس خلوص وللّٰہیت نے رحمت خداوندی کو کتنا موجزن کیا ہوگا اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ فوراً خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے کہ اے ابراہیمؑ! تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا، بیشک یہ بہت سخت اور کٹھن آزمائش تھی، اب بجائے بیٹے کے پاس کھڑے مینڈھے کو ذبح کیجئے، ہم نیکوکاروں کو اسی طرح نوازہ کرتے ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ قربانی کیا تھی؟ یہ محض خون و گوشت کی قربانی نہیں تھی، روح و دل کی قربانی، ماسوا اللہ کی قربانی اور اپنے تمام جذبات، خواہشوں اور آرزوؤں کی قربانی تھی، اور جانور کی ظاہری قربانی اندرونی نقش کا ظاہری عکس۔ یہی وہ قربانی ہے جس کو ''ذبح عظیم'' کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ قربانی اللہ کے نزدیک ایسی مقبول ہوئی کہ بطور یادگار ہمیشہ کے لئے ملت ابراہیمی کا شعار قرار پائی، اور آج بھی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو سارے عالم میں یہ شعار اسی طرح منایا جاتا ہے۔ اور حج کے موقع پر ادا کئے جانے والے ایک ایک عمل و حرکت سے قرآن کے اس دعوے کی صداقت ظاہر ہوتی ہے کہ اس مقام اور اس گھر میں حضرت ابراہیمؑ کی بہت سی یادگار نشانیاں ہیں۔

ان وفا کیشان محبت خلوص شعاروں اور جاں نثاروں نے حقِ بندگی کچھ اس طرح ادا کیا کہ آج ان کا اسوہ عامۃ الناس کے لئے قابل اطاعت نمونۂ عمل بنا دیا گیا ہے۔ یہ جاں سپاری و جاں نثاری ایسی ہے کہ جس پر قدسیاں ملأ اعلیٰ تک رشک کرتے ہیں۔ اور یہی وہ متاع گرانمایہ ہے جو بنی نوع انسان کے لئے باعث صد افتخار اور مایۂ امتیاز بلکہ مابہ الامتیاز ہے۔ دراصل اسی ایثار نفسی اور جاں سپردگی میں وہ کیف و سرور، وہ سوز و گداز، وہ رمز و حلاوت ان مقربانِ الٰہی کو حاصل ہوتی ہے جو انہیں عرفانِ ذات اور خود آگہی عطا کر دیتی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں سے یہ سرشار عشق خداوندی ہو کر، شوق و مستی اور آرزومندی میں نغمہ زن ہو جاتے ہیں ؎

متاعِ بے بہار ہے درد و سوزِ آرزو مندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی

اللہ تعالیٰ ان انفاس قدسیہ کا صحیح اتباع نصیب فرما کر وہ ذوق و شوق، وہ ایثار نفسی، وہ جاں سپاری، وہ خلوص و محبت اور ایثار و قربانی کا وہ جذبۂ صادق ہمارے اندر بھی پیدا فرما دے۔ آمین

گوشۂ حج واُضحیہ

قربانی ایک عظیم عبادت

از: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی

''عیدالاضحیٰ'' یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے بیٹے کی قربانی کی عظیم یادگار ہے، جسے اللہ عزوجل نے رہتی دنیا تک بطور عبادت اور شعار اسلام کے زندہ اور تابندہ کردیا، اس قربانی کا مقصود صرف جانور کی قربانی نہیں ہے ؛ بلکہ اس کا مقصود اور مطمحِ نظر یہ ہے کہ بندہ کے اندر اس قربانی کے نتیجے میں اللہ کے احکام کے لئے جذبۂ فدویت پیدا ہوجائے، وہ اللہ عزوجل کے حکم کے سامنے اپنے ہر جذبہ اور خواہش کو قربان کرنے والا بن جائے، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ساری زندگی اسی جذبۂ فدویت اور احکام خداوندی پر وارفتگی سے معمور ہے، انہوں نے ساری زندگی اعلاء کلمۃ اللہ اور توحید باری کی آواز بلند کرنے اور احکام خداوندی کو بلا چوں وچرا اور من وعن تسلیم کرنے میں گذاردی، جس میں ان کو زندگی کے مختلف مراحل میں بہت ہی کٹھن، دشوار گذار، نہایت روح فرسا، جاں گسل، اور صبر آزما امتحانات سے گذرنا پڑا، اعلائے کلمۃ اللہ کے خاطر دہکتی ہوئی آگ میں ڈالے گئے اور باذن خداوندی صحیح سالم نکل آئے، بڑی آرزؤں اور ارمانوں سے زندگی کے ناامیدی اور مایوسی کے زمانہ میں اولاد سے سرفراز کئے گئے ؛ ابھی بچے کی شیر خواری ہی کا زمانہ تھا کہ حکم خدا ہوا کہ اپنے بچے کو بے آب وگیاہ صحراء اور ویرانے میں چھوڑ آؤ، چنانچہ اللہ عزوجل کے حکم کے آگے سرنگوں ہوتے ہوئے اس کی بھی تعمیل کی اور ماں سمیت بچے کو مکہ کے سنگلاخ پہاڑیوں میں چھوڑ آئے، جس کی برکت کے نتیجے میں مکہ جیسا مقدس شہر اور خانۂ کعبہ جیسا مبارک گھر اور آب زمزم جیسا متبرک پانی میسر آیا ؛ اور بچے کے ہوش سنبھالنے کے بعد بحکم خداوندی اپنے اس لخت جگر اور چہیتے کی قربانی کے لئے بھی تیار ہوئے ؛ اس کے گلے پر چھری چلائی اور امتحان کے اس مرحلہ میں بھی کامیاب وکامراں ہوئے ؛ بحکم خداوندی چھری نے اپنا کام نہیں کیا اور حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبح سے بچ گئے۔

جذبات کی قربانی کا یہ عمل اللہ عزوجل کو اس قدر پسند آیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر سے نکلنے سے لے

کراس قربانی کے عمل تک سارے مراحل کو حج جیسے عظیم رکن اسلامی میں شامل کیا؛ صفاومروہ کی سعی، منیٰ وعرفات کا قیام اور رمی جمار؛ یہ سارے اعمال اسی جذبۂ قربانی کی عظیم یادگار ہیں، تمام ذی حیثیت مسلمانانِ عالم کے لئے قربانی کے اس عمل کو واجب قرار دیا گیا، یہ قربانی تو صرف ایک علامت ہے، مقصود تو اس کے ذریعہ احکامِ خداوندی کے سامنے اپنے جذبات، خواہشات کی قربانی ہے؛ اسی کو اللہ عزوجل نے فرمایا: ''اور یاد رکھو کہ اللہ کو نہ تو ان جانوروں کے گوشت پہنچتے ہیں اور نہ ہی ان کے خون بلکہ اس کے یہاں تو صرف تمہاری پرہیزگاری اور اخلاص نیت کی پونجی ہی پہنچتی ہے۔'' (سورۃ الحج: ۳۷)

حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ اس آیت کی تفسیر میں قربانی کی حقیقت اور اس کے مقصود کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: عبادات کی خاص صورتیں اصل مقصود نہیں بلکہ دل کا اخلاص واطاعت مقصود ہے: ''لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ط'' میں یہ بتلانا مقصود ہے کہ قربانی جو ایک عظیم عبادت ہے اللہ کے پاس اس کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا نہ وہ مقصود قربانی ہے؛ بلکہ مقصود اصلی اس پر اللہ کا نام لینا اور خلوصِ دل کے ساتھ حکم رب کی بجاآوری ہے؛ یہی حکم دوسری تمام عبادات کا ہے کہ نماز کی نشست وبرخاست اور روزہ میں بھوکا پیاسا رہنا اصل مقصود نہیں؛ بلکہ مقصود اصلی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل دلی اخلاص ومحبت کے ساتھ ہے؛ اگر یہ عبادات اس اخلاص ومحبت سے خالی ہیں تو صرف صورت اور ڈھانچہ ہے روح غائب ہے؛ مگر عبادات کی شرعی صورت اور ڈھانچہ بھی اس لئے ضروری ہے کہ حکم ربانی کی تعمیل کیلئے اس کی طرف سے یہ صورتیں متعین فرمادی گئی ہیں۔ واللہ اعلم۔ (معارف القرآن)

اسی قربانی کو حدیث میں جہنم سے آڑ فرمایا گیا ہے: حاصل کرنے کے لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: جو آدمی قربانی کرے گا اس طرح سے کہ قربانی کرتے وقت اندر سے اس کا جی خوش ہورہا ہو کہ میں اللہ کے راستے میں قربانی پیش کررہا ہوں اور اپنی قربانی پر ثواب کی امید بھی رکھتا ہو ''كانت له حجابا من النار'' تو یہ قربانی اس کے اور جہنم کے بیچ میں حائل ہوجائے گی، رکاوٹ بن جائے گی۔ (الترغیب والترہیب)

نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث میں دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں: (۱) کوئی بھی عمل اللہ عزوجل کے سامنے جب انسان پیش کرے تو خوش دلی سے پیش کرے اور دل وزبان پر یہ ہو کہ اے اللہ! تیرا شکر ہے، تیرا احسان ہے، تیرا فضل وکرم ہے کہ تو نے مجھے اس عمل کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ (۲) ثواب کی امید رکھے کہ اللہ عزوجل اس جانور کو اس کے اور جہنم کے درمیان رکاوٹ بنادیں گے۔ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ یہ جانور پل صراط پر اس کے لئے سواری بن جائے گا۔

قربانی کی فضیلت:

کسی بھی چیز کی فضیلت واہمیت کے ذکر سے اس چیز کی قدر وعظمت کو اپنے دل میں جاگزیں کرنا مقصود ہوتا ہے، اور ہزار مشکلات کے باوجود بندہ اس کی فضیلت کے حصول کے لئے اس عمل کو حتی الوسع بجالانے کی تگ ودو کرتا ہے، اللہ کی رضا اور ثوابِ آخرت کی جستجو میں اس عمل کو انجام دیتا ہے، قربانی کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر اس کے متعدد فضائل بیان کئے گئے ہیں، چند ایک فضائل ملاحظہ ہوں: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یوم نحر (۱۰ ذی الحجہ) کو اللہ کے نزدیک خون بہانے (قربانی) سے زیادہ کوئی عمل محبوب نہیں؛ قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں بالوں اور کھروں سمیت آئے گا اور بے شک اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ تعالی کے ہاں مقام قبولیت حاصل کرلیتا ہے پس اس خوشخبری سے اپنے دلوں کو مطمئن کرلو (ترمذی) یہاں دو باتیں ملحوظ رہیں کہ اس حدیث میں پہلی بات تو یہ بتائی گئی کہ روزِ قربانی اللہ عزوجل کے یہاں اس قربانی کے عمل سے کوئی عمل بیش قیمت وبیش بہا ہے ہی نہیں، اور یہ جانور روزِ قیامت سینگوں اور کھروں سمیت آئے گا اور قربانی کرنے والے کی بخشش کا سامان بنے گا۔ دوسری حدیث میں حضرت زید بن ارقمؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ قربانیاں کیا ہیں؟ فرمایا تمہارے والد ابراہیم کی سنت ہیں؛ انہوں نے عرض کیا: ان میں ہمیں کیا ملے گا؟ فرمایا: ہر بال کے بدلہ نیکی، عرض کیا: اور اُون میں؟ فرمایا: اون کے ہر بال کے بدلہ (بھی) نیکی۔ (ابن ماجہ) اس روایت میں تو قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلے ایک نیکی کے بطور اجر کے ملنے کی بات کہی گئی اور ظاہر ہے جانور کے بالوں کو گننا اور شمار کرنا ممکن ہی نہیں؛ قربانی کے عمل کے ثواب کا اندازہ بآسانی نہیں لگایا جاسکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے فاطمہ! اپنی قربانی کے پاس حاضر ہوجاؤ؛ کیوں کہ اس کے خون کے پہلے قطرے کی وجہ سے تمہارے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں گے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا: یارسول اللہ! کیا یہ فضیلت صرف ہمارے لئے یعنی اہل بیت کے واسطے مخصوص ہے یا سب مسلمانوں کے لئے ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ فضیلت ہمارے لئے اور تمام مسلمانوں کے لئے ہے (الترغیب والترہیب)

لیکن یہ بات ملحوظ رہے کہ یہ قربانی کا عمل ریاکاری، دکھلاوا یا گوشت خوری کے لئے نہ ہو محض رضاء خداوندی اور اللہ کی قربت اور اس کی عبادت کے لئے ہو تو صحیح معنی میں مفید اور دنیا وآخرت میں کامیابی وکامرانی کا سبب بن سکے گا۔

قربانی ایک اہم عبادت اور شعارِ اسلام:

قربانی ایک مستقل عبادت اور شعائر اسلام میں سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کے دس سالہ قیام میں ہر سال قربانی فرمائی، حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ و تبع تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ و اسلافؒ غرض پوری امت کا متوارث عمل بھی قربانی کرنے کا رہا ہے، آج تک کسی نے نہ اسے حج اور مکہ معظّمہ کے ساتھ خاص سمجھا ہے اور نہ ہی صدقہ وخیرات کو اس کے قائم مقام گردانا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور اس عرصہ میں آپ مسلسل قربانی فرماتے رہے۔ (ترمذی) اس سے پتہ چلا کہ قربانی نہ حج کے ساتھ خاص ہے اور نہ مکہ معظّمہ کے ساتھ؛ ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں ۹ رسال قربانی کیوں فرماتے؟ اور نہ ہی قربانی کا مقصد ناداروں کی مدد کرنا ہے جو صدقہ وخیرات سے پورا ہوجائے؛ بلکہ قربانی میں مقصود جانور کا خون بہانا ہے، یہ عبادت اسی طریقہ سے ادا ہوگی، محض صدقہ وخیرات کرنے سے یہ عبادت ادا نہ ہوگی، نہ اس کے مطلوبہ ثمرات وفوائد حاصل ہوں گے، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کے دور میں غربت وافلاس دورِ حاضر کے بہ نسبت زیادہ تھا، اگر جانور ذبح کرنا مستقل عبادت نہ ہوتا تو وہ حضرات جانور ذبح کرنے کے بجائے اس کی رقم کو غریبوں پر تقسیم کرتے، درحقیقت قربانی حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کی اس عظیم الشان عمل کی یادگار ہے جس میں انہوں نے اپنے لختِ جگر کو ذبح کرنے کے لئے لٹایا تھا اور ہونہار فرزند نے بلاچوں وچرا حکم الٰہی کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرما کر دنبہ کو فدیہ بنایا تھا، اس یادگار پر عمل، ذبح کرنے ہی سے ہوسکتا ہے، محض صدقہ وخیرات سے اس عمل کی یاد تازہ نہیں ہوسکتی؛ اسی قربانی کی حقیقت کو بیان کرتے ہوئے اللہ عزوجل نے فرمایا: ''اور ہم نے ہر امت کے لئے قربانی اس غرض کے لئے مقرر کی ہے کہ وہ اُن مویشیوں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے ہیں لہذا تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے، چنانچہ تم اسی کو فرمانبرداری کرو اور خوشخبری سنادو ان لوگوں کو جن کے دل اللہ کے آگے جھکے ہوئے ہیں'' (الحج: ۳۴) امام ابن کثیر اور امام رازی وغیرہ مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں صراحت فرمائی ہے کہ خون بہا کر جانوروں کی قربانی کا دستور شروع دن سے ہی تمام ادیان ومذاہب میں چلا آرہا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر: ۳/ ۲۲۷، تفسیر کبیر: ۳/ ۳۴) اور ایک جگہ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے: ''اپنے رب کے لئے نماز پڑھئے اور (اسی کے نام کی) قربانی دیجئے'' (الکوثر: ۲) نیز حافظ ابن کثیر وامام رازی رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عطاء، حضرت مجاہد، حضرت عکرمہ، حضرت حسن بصری، حضرت قتادہ، حضرت محمد بن کعب قرظی، حضرت ضحاک رحمہم اللہ وغیرہ کا قول نقل کیا ہے کہ مشرکین عرب غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کیا کرتے تھے، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ آپ اپنے رب کے نام پر جانور ذبح کریں۔ (تفسیر ابن

کثیر: ۴/ ۳۴۷) ہر صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے اور استطاعت کے باوجود اگر کوئی شخص قربانی نہ کرے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے اور نمازِ عید کی ادائیگی کے لئے اس کو عیدگاہ آنے سے بھی منع کیا ہے کہ ایسا شخص بغیر قربانی کے عیدگاہ آنے کا اور خدا کے حضور دو رکعت شکرانے کی نماز ادا کرنے کا مستحق ہی نہیں ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس کو وسعت ہو پھر بھی وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ (ابن ماجہ)

لہٰذا قربانی ہر مسلمان عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہے، جس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اسی کی قیمت کا مال اس کی حاجاتِ اصلیہ سے زائد ہو، یہ مال خواہ سونا چاندی یا اس کے زیورات ہوں، یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا مسکونہ مکان سے زائد کوئی مکان، پلاٹ وغیرہ (شامی، کتاب الاضحیہ) قربانی کے معاملہ میں اس مال پر سال بھر کا گذرنا بھی شرط نہیں (بدائع: ۵/ ۶۵، کتاب الاضحیہ) لہٰذا بعض لوگوں کا یہ باور کرنا کہ گھر میں ایک قربانی ہو جانا کافی ہے یہ درست نہیں ہے؛ بلکہ میاں بیوی اگر دونوں صاحبِ نصاب ہوں تو دونوں کی طرف سے دو قربانیاں لازم ہیں، اسی طرح اگر باپ بیٹا دونوں صاحب نصاب ہوں تو خواہ اکٹھے رہتے ہوں مگر ہر ایک کی طرف سے الگ الگ قربانی واجب ہے، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر سال دو بکروں کی قربانی کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اس کی وصیت فرمائی تھی، لہٰذا میں ایک قربانی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے کرتا ہوں (ابوداؤد، ترمذی) اسی طرح بعض لوگوں کا یہ سمجھنا کہ قربانی عمر بھر میں ایک دفعہ کر لینا کافی ہے، یہ خیال غلط ہے؛ بلکہ جس طرح زکوۃ اور صدقۂ فطر ہر سال واجب ہوتا ہے، اسی طرح ہر صاحبِ نصاب پر قربانی ہر سال واجب ہے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ میں دس سالہ قیام کے دوران ہر سال قربانی فرمائی ہے۔

اللہ عزوجل ہمیں قربانی کی صحیح حقیقت کو سمجھتے ہوئے، اس کے فضائل کے استحضار اور اس کے عبادت خالصہ ہونے کا یقین رکھنے اور ان کے مسائل کو جان کر اس ''ذبح عظیم'' کے عمل کو انجام دینے کی توفیق نصیب فرمائے۔

تعاقب فرقِ باطلہ

قسط (۱۵)

فتنہ انکارِ حدیث۔ اور اسباب وعلل

مولانا محمد کبیر الدین قاسمی*

قسط سابق میں شیعہ فرقہ کے تیسرے اور چوتھے عقیدہ کا تذکرہ کیا گیا تھا، جہاں تک بات تیسرے عقیدے "افتراض الطاعة" کی ہے تو یہ عقیدہ بھی قرآن وحدیث کے صریح خلاف اور لغو وباطل ہے، اس امر کو سمجھنے کے لئے اولاً یہ جاننا اور ماننا ضروری ہے کہ کسی فرد بشر کی ایسی اطاعت جو موجب ایمان ہو، اور اس کا انکار سبب کفر ہو، ہر دور اور زمانہ میں انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، جن کی اطاعت دائمی سعادت اور حصول جنت کا ذریعہ ہے اور جن کی نافرمانی ابدی شقاوت اور دخول جہنم کا سبب ہے۔ پھر یہ بات بھی انتہائی اہم اور قابل یادداشت ہے کہ طاعت وبندگی صرف اور صرف اللہ کی لازم ہے کیوں کہ وہی خالق، وہی مالک اور وہی منعم حقیقی ہے اس میں کسی کو اس کا سہیم وشریک بنانا کفر وشرک ہے۔

لیکن انبیاء علیہم السلام جو وحی الٰہی کے مہبط اور احکام خداوندی کے مظہر ہیں ان ہی کے نفوس قدسیہ پر کلام الٰہی کا نزول اور اللہ کے اوامر ونواہی کا ظہور ہوتا ہے؛ بایں معنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نبی کو ان احکام کی اتباع کا حکم دیا جو ان پر نازل کئے گئے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِتَّبِعْ مَا يُوْحٰى اِلَيْكَ آپ ﷺ کی طرف جو وحی بھیجی جاتی ہے اس کی پیروی کیجئے انہیں تبلیغ رسالت وادا امانت کا پابند بنایا اور صراط مستقیم کی طرف ہدایت کرنے کا مکلف بنایا فرمان باری تعالیٰ ہے: "بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ" چنانچہ وہ حضرات اللہ کے دین کے مبلغ اور ہادی ہیں گویا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ترجمان ہیں اس لئے ان پر ایمان اللہ جل شانہٗ پر ایمان ہے ان کی تصدیق اللہ جل شانہٗ کی تصدیق ہے ان کی اطاعت اللہ جل شانہٗ کی اطاعت ہے، قرآن اعلان کرتا ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ (سورۂ نساء:۸۰) جو شخص رسول کی اطاعت کرے گا تو اس نے بالیقین اللہ کی اطاعت کی۔ نبی علیہ السلام اپنے اسی منصب جلیل اور مقام رفیع کے سبب واجب الاطاعت ہیں اسی لئے رب کائنات نے بالخصوص اہل ایمان کو ان کی اطاعت کا لازمی حکم دیا اور ان کی اطاعت سے گریز کرنے سے منع کیا، فرمایا: "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ﴿۲۰﴾

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

(سورۃ الانفال) اے ایمان والو! اللہ اور رسول کا کہا مانو اور ان کی اطاعت سے رخ نہ پھیرو، جب کہ تم سنتے جانتے ہو۔

اللہ جل شانہٗ نے دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۱۳

(سورۃ النساء)

وہ اللہ کے حدود ہیں، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اتباع کرے گا، اللہ اس کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے قریب سے نہریں بہتی ہیں اور ان لوگوں کا ان میں ہمیشہ رہنا مقدر ہوگا، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اس کے حدود سے آگے بڑھے گا اللہ اس کو آگ میں ڈالے گا جس میں ہر دم رہنا ہوگا اور اس کے لئے ذلت آمیز عذاب ہوگا۔

مندرجہ بالا آیات سے معلوم ہوگیا کہ اللہ کے بعد مذکورہ معنی کے لحاظ سے اگر کسی کی اطاعت واجب ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس ہے، اس کے علاوہ کسی فرد اور شخص کی ایسی اطاعت واجب اور فرض نہیں ہے، چنانچہ فاضل عبدالرؤف محمد منان نے متعدد دلائل وشواہد کی روشنی میں اس حقیقت کو واضح کیا ہے، تحریر کرتے ہیں:

مظاهر الاتباع اتباع الرسول ﷺ امر واجب وفرض عين على الامة كلها فى عرها ويسرها ومنتظمها ومكرهها، ولا بصير المسلم مسلما حتى يتبع الرسول ﷺ فى جميع اقواله وافعاله حسب علمه واستطاعته

(محبۃ الرسول بین الاتباع والابتداع: ۱/ ۱۲۳)

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع واجب ہے اور پوری امت پر تنگی وآسانی، نشاط اور ناگواری، ہر حال میں اتباع فرض عین ہے، کوئی مسلمان مسلمان نہیں ہوسکتا تا آں کہ رسول کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان کے تمام اقوال وافعال میں اپنے استطاعت کے مطابق اتباع کریں۔

ایک اور مقام پر پروردگار عالم نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کو فرض ولازم قرار دیتے ہوئے انکار واعراض سے سخت ترین الفاظ میں منع کیا ہے ارشاد ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۭ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝۳۶

(سورۃ الاحزاب)

کسی مومن مرد اور عورت کے لئے جب کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی امر کا فیصلہ صادر فرما دیں، یہ درست نہیں ہے کہ ان کے لئے اپنے معاملہ کا اختیار رہو (کہ اس پر عمل کریں یا نہ کریں) اور جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کرے گا وہ کھلی گمراہی میں پڑ گیا۔

اس آیت شریفہ کے ذیل میں امام رازیؒ اور دیگر مفسرین کرام نے ارقام کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واجب الاتباع ہیں اور ان کی عملی نافرمانی فسق ہے اور اعتقادی نافرمانی کفر ہے۔

اور اسی کے ساتھ یہ جان لینا بھی نہایت ضروری ہے کہ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم النبیین ہیں اور ختم نبوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذاتی وصف ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نبوت و رسالت کا سلسلہ اللہ جل مجدہٗ نے ختم کر دیا ہے اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں آئیں گے، جیسا کہ اللہ جل شانہٗ کا بیان ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۭ

(سورۃ الاحزاب: ۴۰)

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں۔

اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

عن ابی حازم قال قاعدت ابا هريرة رضی اللہ عنہ خمس سنين ،فسمعته يحدث عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء كلما هلک نبی خلفه نبی ،وانه لا نبی بعدی ، وسيكون خلفاء فيكثرون

(صحیح البخاری رقم الحدیث ۳۴۵۵)

حضرت حازمؒ کا بیان ہے کہ میری نشست و برخاست پانچ سال تک حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ رہی، میں نے ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کرتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: بنی اسرائیل کی سیاست و قیادت انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے جب بھی کسی نبی کی وفات ہوتی تو دوسرے نبی ان کے خلیفہ ہوتے، لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے، ہاں خلفاء بہت ہوں گے۔

جب یہ دونوں باتیں بالدلیل ذہن نشین ہو گئیں کہ ''افتراض الطاعة'' یعنی اطاعت و فرماں برداری کا

اس طرح فرض ہونا جو موجبِ ایمان ہو اور انکار سبب کفر ہو صرف اور صرف نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان ہے، کسی فرد بشر کی ایسی اطاعت واجب اور فرض نہیں ہے اور یہ کہ خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کوئی نبی اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہیں آسکتا ہے، تو اب اگر کسی بھی امام (معصوم) کے لئے (جیسا کہ شیعوں کا عقیدہ ہے) بمعنی مذکور طاعت کے فرض ولازم ہونے کا اعتقاد رکھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ امام صفت نبی کے ساتھ متصف ہے اور وہ امام نبی ہے چاہے زبان و بیان سے اس کے لئے نبی کا تلفظ کیا جائے یا نہ کیا جائے اور چاہے کتابت وتحریر میں اس پر نبی کا اطلاق کیا جائے نہ کیا جائے لیکن وصفاً ومعنیً اس کا نبی ہونا ثابت ہو گیا جو عقیدہ ختم نبوت کے صریح خلاف ہے، اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ختم نبوت کا اعتقاد نہ رکھنے والا درحقیقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت ونبوت پر ایمان ویقین نہیں رکھتا ہے، شیعوں کا کیا کیا جائے کہ زبان ظاہر سے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول اللہ کہتے ہیں لیکن زبان باطن (دل) سے اس کی تصدیق نہیں کرتے اگر دل سے تصدیق کرتے ہوتے تو ہرگز ہرگز اپنے ائمہ کے لئے ''افتراض الطاعة'' کا عقیدہ اختراع نہ کرتے، ان کے فساد قلب اور دل کی روگ پر شہادت کے لئے ان کا یہ اقرار کافی ہے کہ علامہ باقر مجلسی نے اپنی تصنیف ''حیات القلوب'' میں لکھا ہے ''امامت بالاتر از رتبہ پیغمبری است'' کہ امامت کا درجہ نبوت وپیغمبری سے بلند ہے۔ (حیات القلوب: ۳/۱۰)

موصوف کی اس عبارت سے شیعوں کی اس پوشیدہ حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ لوگ ختم نبوت کے قائل نہیں ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جن اوصاف وکمالات کے ساتھ رسول ماننا چاہئے، نہیں مانتے ہیں، خواہ وہ ہزار بار بھی اپنی زبان سے رسالت ونبوت کا اقرار کریں لیکن جب دل ہی رسالت ونبوت کا اقرار نہیں کرتا ہے تو فقط زبان کے اقرار سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ جاری۔۔۔۔۔

(بقیہ صفحہ ۴۴ سے)

اور ارشادِ نبوی ''من دعا الی ھدی کان لہ من الاجر مثل اجور من تبعہ'' کے فضل میں حصہ دار بنیں، نیز فتنۂ قادیانیت کا بھی اتنا تعاقب کریں کہ بیک بینی ودوگوش یہ فتنہ اپنے وطن اصلی برطانیہ کا رخ اختیار کر جائے۔

اپنی ان ساری کوششوں اور کاوشوں کو حدیثِ نبوی ''لن یفلح آخر ھذہ الامة الا بما صلح بہ اولھا'' کے معیار تک پہونچانے کی مسلسل کوشش کریں ورنہ یاد رہے کہ ناکامیوں کا یہ سلسلہ روز افزوں بڑھتا ہی جائے گا اور فلاح وکامرانی نصیب نہ ہوگی۔

لمحہ فکریہ

اسلامک بینکنگ اسلامی سے زیادہ ایک انسانی ضرورت

مولانا محمد الیاس ندوی بھٹکلی*

مئی ۲۰۰۸ء میں اپنے سفر حجاز کے دوران میں اپنے دوست اور اسلامک ڈیولپمینٹ بنک (I.D.P) کے پروجیکٹ ڈائرکٹر محترم مامون اعظمی صاحب کی دعوت پر جب پہلی دفعہ جدہ میں واقع اس کے صدر دفتر میں حاضر ہوا تو ۱۹۷۵ء میں قائم ہونے والے اس اسلامک بنک کی عالمی سطح پر مثبت اور تیز رفتار کارکردگی کو دیکھ کر اور اس کے متعلق سن کر جہاں مجھے ایک طرف نہایت خوشی ہوئی تو دوسری طرف یہ سن کر کر نہایت افسوس ہوا کہ جس تیزی سے پوری دنیا میں غیر سودی بنیادوں پر اسلامک بنکوں کا قیام عمل میں آرہا ہے اس تناسب سے ان بنکوں اور شرعی مالیاتی اداروں کو رہنمائی کے لئے شریعت کے ماہرین دستیاب نہیں ہورہے ہیں مامون صاحب سے یہ سن کر مجھے حیرت ہوئی کہ اس میدان میں ماہرین کی قلت ہی کا نتیجہ ہے کہ ان بنکوں میں موجود اس میدان کے ماہر علماء ہفتہ میں تین دن جدہ ان کے بنک میں کام کرتے ہیں اور دو دن پڑوس کے خلیجی ممالک میں موجود اسلامک بنکوں میں اپنی خدمات پیش کرتے ہیں، میرے ساتھ موجود عزیزم حفظ الرحمن منیری ندوی بھٹکلی کے متعلق جب ان کو معلوم ہوا کہ یہ ندوۃ العلماء سے فراغت کے بعد ملیشیا کی اسلامی یونیورسٹی میں شریعہ فائنانس کا اسلامک بنکینگ کورس کررہے ہیں تو ان کی مسرت کی انتہاء نہ رہی، کہنے لگے آپ ہمیں ان جیسے چند علماء دیجئے ہم ان کو منھ مانگی تنخواہ دینے کے لئے تیار ہیں، انہوں نے مجھ سے درخواست کی کہ مدارس کے فارغین کو اس میدان کی طرف متوجہ کروں، ان کے اس فکر انگیز پیغام کو سن کر مجھے اس نتیجہ پر پہنچنے میں دیر نہیں لگی کہ اس وقت عالمی سطح پر مختلف یونیورسٹیوں سے فارغ ہونے والے اقتصادیات کے ماہر مسلم طلباء سے بھی اسلامی بنکوں کی ضرورت پوری نہیں ہورہی ہے جو عالمی مالیاتی نظام سے تو واقف ہوتے ہیں لیکن اسلامی مالیاتی نظام کی روح سے ان کو مناسبت نہیں ہوتی، اس کے برخلاف ہمارے علماء بنیادی اسلامی اقتصادی نظام سے دس سال سے زائد فقہ کی کتابوں کو پڑھنے کی وجہ سے نہ صرف واقف ہوتے ہیں بلکہ وہ اس کے ماہر بھی ہوتے ہیں لیکن عالمی مالیاتی و بنکنگ نظام سے عدم واقفیت اور اپنی پڑھی ہوئی فقہی بحثوں اور ابواب کو اس سے تطابق نہ دینے کی وجہ

* جنرل سکریٹری علی پبلک اسکول، بھٹکل

سے ان سے اس میدان میں فائدہ نہیں اٹھایا جا رہا ہے جبکہ فقہ المعاملات، فقہ المالیات اور الفقہ المقارن کی بحثیں انکی نظر سے گذر چکی ہوتی ہیں، خود ماضی قریب میں بھی جدید اقتصادی نظام سے بھی ہمارے علماء ناواقف نہیں رہے، مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ نے اسلام کا اقتصادی نظام کے نام سے جدید اسلامک بنکنگ کے خد وخال پہلے ہی واضح کر دیئے تھے، اسی طرح مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے اسلامی معاشیات کے جدید اصول وضوابط پر ایک مکمل کتاب تالیف کی تھی، خود مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ نے بھی آج سے ۷۵ سال قبل جدید سودی نظام کے مضرات وقباحتوں پر قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک معرکۃ الاراء کتاب سود کے نام سے لکھ کر سود سے پاک اسلامک مارکیٹنگ کا تصور سب سے پہلے پیش کیا تھا، لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے دینی مدارس میں اسلامک بنکنگ میں تخصص کے دوسالہ کورس کے علاوہ ایک سالہ سرٹیفکیٹ کورس یا دوسالہ ڈپلوما کورس شروع کرنے کی طرف فوری توجہ دی جائے تاکہ ملت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل ہو سکے، اس کے علاوہ اس میدان میں کام کرنے والے اسلامک بنکوں ومالیاتی اداروں میں بھی اوران کے اڈوائزری بورڈ میں بھی شریعت کے ماہرین اور متخصص علماء کی موجودگی ناگزیر ہے ورنہ بہت ساری اسکیموں کا جو عملاً ان اسلامی بنکوں میں رائج ہیں سود کے اشتباہ سے خالی ہونا ممکن نہیں ہے۔

ہمارے مدارس عربیہ کے طلباء کو جدید عالمی مالیاتی نظام کو سمجھنا اس لئے بھی آسان ہے کہ موجودہ تجارتی اصطلاحات مثلاً ورکنگ پارٹنرشپ، سلینپک پارٹنرشپ ڈپوزٹ، انوسٹمنٹ، گیارنٹی، شیر مارکیٹ وغیرہ اصطلاحات کی تفصیلات شرکت عنان، مضاربت، تکافل، رہن، سلم، مرابحہ وغیرہ کے نام سے وہ پڑھ چکے ہوتے ہیں اس سلسلہ میں ابتدائی طور پر علماء کو راغب کرنے کے لئے شروع شروع میں اسلامک بنکنگ کے مختصر تعارفی ورک شاپ سے کام لیا جا سکتا ہے، اس کے بعد ان ہی میں سے کچھ منتخب علماء کو مستقل کورس یا تخصص کیلئے منتخب کیا جا سکتا ہے، عمومی طور پر مدارس دینیہ کے طلباء وفارغین کو اس کام کی طرف آمادہ کرنے کا دوسرا اور سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ کہ جدید مالیاتی نظام اور اسلام کے اقتصادی نظام کے تقابلی مضمون کو ہر مدرسہ کے آخری درجات کیلئے لازمی قرار دیا جائے اور اس کے لئے کچھ گھنٹے مختص ہوں، اس سلسلہ میں فقہ کے اساتذہ کو ملکی سطح پر ایک تین ماہی تدریسی ورکشاپ قائم کر کے ٹریننگ دی جائے، تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اسلامی ماہرین اقتصادیات ہی کا ہمارے مدارس میں مستقل تقرر کیا جائے اور سال بھر ان سے فائدہ اٹھایا جائے، لیکن مدارس اسلامیہ کے موجودہ مالی حالات اور خود ان مدارس میں پہلے سے موجود تفسیر وحدیث کے قدیم سینئر اساتذہ کی موجودگی میں ان ماہرین کیلئے ان کی شایان شان تنخواہوں کا نظم کرنا عملاً ممکن نہیں ہے، لیکن چوتھا اور سب سے زیادہ آسان وقابل عمل طریقہ یہ ہے کہ ملکی سطح پر کسی بھی بڑے ادارہ کی جانب سے اسلامک بنکنگ کے ایک دو

سالہ کورس کا آغاز کیا جائے جس میں ہمارے فارغ علماء میں سے بنیادی طور پر انگریزی سے واقفیت اور دلچسپی رکھنے والوں کو لیا جائے، پہلے سال صرف انگریزی زبان میں مہارت پیدا کرائی جائے اس لئے کہ اس موضوع کا اکثر مواد اس وقت انگریزی ہی میں ہے، دوسرے سال شروع کے چار ماہ میں عالمی مالیاتی نظام سے ان کو واقف کرایا جائے، درمیانی چار ماہ میں اس عالمی مالیاتی نظام کو ان کی فقہی تعلیم وتدریس کی روشنی میں تطبیق دینے کی کوشش کی جائے اور آخر کے چار ماہ ملک یا ملک سے باہر بنکنگ نظام کو براہ راست دیکھنے، سمجھنے اور اس سے واقف ہونے کے لئے خاص کئے جائیں، اس کے لئے ان کی اسلامک بنکوں میں اعزازی طور پر چار ماہ کی ٹریننگ کو لازمی قرار دیا جائے، اس طرح کرنے سے دو فائدہ حاصل ہونگے، اول یہ کہ عالمی سطح پر اس میدان میں ماہرین شریعت کی قلت دور کی جاسکے گی، دوسرے یہ کہ یہ علماء خود برصغیر کے مدارس میں اور بہتر طریقہ سے ہمارے طلباء کی رہنمائی کرسکیں گے، اس کے لئے بڑے بجٹ کی بھی ضرورت نہیں ہے ابتداء میں بیس طلباء کا انٹرویو کے بعد انتخاب کیا جائے ان میں سے ہر طالب علم سے ماہانہ فیس دو ہزار روپئے لئے جائیں اور ان کی تربیت اور رہنمائی کرنے والوں کو اس میں سے پرکشش تنخواہ دی جائے، جو طلباء صلاحیت کے باوجود مالی استطاعت نہ رکھتے ہوں ملت کے صاحب خیر ان کے لئے کفالت اور اسکالرشپ کا نظم کریں۔

مذکورہ بالا پوری بحث اسلامک بنکنگ نظام میں ماہر علماء کی ضرورت کے پس منظر میں تھی، اب اس مرکزی موضوع کے دوسرے حصہ کی طرف چلیں جس میں اسلامک بینکنگ کو اسلامی سے زیادہ انسانی ضرورت کے تحت عالم انسانیت کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے، بالخصوص عالمی سطح پر اسلام کو درپیش حالات کے پس منظر میں دعوتی حکمت عملی کے تحت اس کی ضرورت پہلے سے کہیں زیادہ ہے گذشتہ دو سالوں سے شروع ہونے والی کساد بازاری، سودی نظام کی ناکامی اور یوروپی وامریکی بنکوں کے یک لخت دیوالیہ ہونے کے تناظر میں ادھر گذشتہ چند سالوں میں اسلام کے مبنی بر عدل غیر سودی نظام کو ثابت کرنا اس وقت جتنا آسان ہے اس سے پہلے تاریخ میں ہمیں کبھی اس طرح کا سنہرا موقع نہیں ملا ہے، اس لئے کہ انسانیت سرمایہ دارانہ نظام کی ناکامی اور سوشلزم کے زوال کے بعد ایک عادلانہ اور منصفانہ متبادل عالمی مالی نظام کی شدت سے منتظر ہے جو اس کو اسلام کے علاوہ کہیں نہیں مل سکتا، اسلامی بنکنگ کی انسانی ضرورت کو ثابت کرنے کی ہماری حکمت عملی سے اسلام سے نفرت اور الرجک رکھنے والوں اور متعصّبانہ ذہنیت کے مالک افراد کے لئے بھی احکام خداوندی کی غیر معمولی حکمت ومصلحت سے واقف کرا کر اسلام کے قریب کرنا ہمارے لئے پہلے سے زیادہ آسان ہوجاتا ہے، مثلاً پہلی دفعہ جب برطانیہ میں وہاں کے میڈیا نے غیر جانب دار ہوکر اعداد وشمار کی روشنی میں برطانیہ میں قائم دارالقضاء اور شریعت کورٹ کی کارکردگی کے مسلم معاشرہ پر مرتب ہونے والے مثبت نتائج کو ظاہر کیا تو دو سال

میں خود غیر مسلموں بالخصوص تعلیم یافتہ عیسائیوں کی ایک بڑی تعداد نے اپنے نکاح وخلع ،طلاق وفسخ وغیرہ کے معاملہ میں ان اسلامی عدالتوں سے رجوع کرنا شروع کیا اوران کو اس بات کا یقین ہو گیا کہ ان کو صحیح انصاف سرکاری عدالتوں کے بجائے مسلم دارالقضاء ہی میں مل سکتا ہے، اسی طرح امریکہ اور فرانس میں جب غیر اسلامی ذبیحہ کے طریقوں پر انسانی وطبی نقطہ نظر سے بحث کی گئی اوراس کے مقابلہ میں اسلامی ذبیحہ کے انسانی صحت پر پڑنے والے مثبت اثرات کا تفصیلی تجزیہ مسلسل الیکٹرونک میڈیا میں نشر ہوتا رہا تو گذشتہ کئی سالوں سے حلال ذبیحہ کے خریداروں میں خود امریکیوں اور فرانسیسیوں کا اوسط تیزی سے بڑھنے لگا، ٹائمس میگزن امریکہ کی تازہ رپورٹ کے مطابق سال ۲۰۰۸ تا ۲۰۰۹ کے دوران حلال غذا کی مالیت ڈیڑھ سو ارب ڈالر سے ۱۶۳۲ امریکی ڈالر ہوگئی تھی، یہ ویسے ہی تھا جیسا کہ عالم اسلام میں پہلی دفعہ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے مسلمانوں کے سیاسی زوال وتنزل کو مسلمانوں کے حق میں نہیں بلکہ بنی نوع انسان کے حق میں ایک ناقابل تلافی خسارہ ثابت کرنے کی کامیاب کوشش کی تھی اوراس سلسلہ میں اپنی معرکۃ الآراء کتاب "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر" کے ذریعے پوری انسانیت کی جانب سے داد تحسین حاصل کی تھی۔

ان ہی تجربات کی روشنی میں ضرورت اس بات کی ہے کہ غیر سودی نظام کو غیر اسلامی نظام ثابت کرنے سے زیادہ غیر انسانی، غیر طبعی اور غیر اخلاقی ثابت کرنے پر پورا زور صرف کر دیا جائے اور اعداد وشمار اور حقائق وواقعات کی روشنی میں اس بات کو ثابت کیا جائے کہ اس غیر انسانی سودی نظام نے صرف گذشتہ سو سال میں انسانیت کو معاشی واقتصادی اعتبار سے بھی ہلاکت کے کس غار تک پہونچا دیا ہے، اس کے لئے صرف امریکی ویوروپی بنکوں کی مثالیں کافی ہیں، ہمیں دنیا کو یہ بتانا ہے کہ عالمی سطح کی موجودہ کساد بازاری اور کروڑوں انسانوں کی یک لخت بے روزگاری کے پس پردہ اسی سودی نظام کی خباثتیں ہیں جس نے قرضوں تلے دبے ہزاروں انسانوں کو خودکشی پر مجبور کیا، پلک جھپکنے میں کروڑ پتی سے بھک پتی کر دیا، سودی قرض لینے والوں کو اسراف وعیش پسندی کا خوگر بنا دیا، اخلاقی حدود وقیود کو پامال کر دیا، کریڈٹ کارڈ کی شکل میں انسانوں کا راتوں رات دیوالیہ کر دیا، اسی مالی نظام نے انسانوں کو اپنی حیثیت سے زیادہ خرچ کرنے کا عادی بنا دیا، غریب کو غریب تر کر دیا اور عالمی سطح پر غربت کے گراف میں ناقابل یقین اضافہ کیا، اسی غیر سودی نظام نے پہلے خود سود لینے والوں کو ڈبو دیا اور کنگال کیا بالآخر گذشتہ دو سال کے اندر وہ مناظر بھی چشم فلک نے دیکھے کہ جس نے دوسروں کو کنگال کیا ایک دن وہ خود بھی کنگال ہو گیا، یورپ کے اسٹاکس ایکسچینج اچانک بیٹھ گئے امریکی انشورنس کمپنیاں دیکھتے دیکھتے بیٹھ گئیں، برطانیہ اور فرانس کے شیر بازار خود اپنے اصل سرمایہ اور Assets سے بھی محروم ہو گئے یہ تو دیر سویر ہونا ہی تھا اس لئے وعدہ خداوندی ہے کہ " یمحق اللہ الربا ویربی الصدقات"

(اللہ تعالی سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے)۔

دوسری طرف ہمیں عالم اسلام کو یہ دکھانے کی بھی ضرورت ہے کہ مغرب کے اسی خود ساختہ سودی نظام کے مقابلہ میں جب اسلام کے غیر سودی عادلانہ اور منصفانہ مالیاتی تجربات کو روبہ عمل لایا گیا تو انسانی طبقات پر اس کے غیر معمولی اثرات کیسے مرتب ہوئے، پہلی دفعہ باقاعدہ ۱۹۶۳ء میں مصر کے ایک گاؤں میں اسلامک بنکنگ کا چھوٹا سا تجربہ کیا گیا اور اب تک الحمدللہ ۷۵ سے زائد مسلم اور غیر مسلم ملکوں میں تین سو سے زائد اسلامک بنک اور شریعت کی بنیادوں پر قائم مالیاتی ادارے وجود میں آئے جو اس وقت انڈونیشیا، ملیشیا، ایران، سوڈان، اردن، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات اور کویت وغیرہ میں پھیلے ہوئے ہیں اور الحمدللہ ہر سال اس میں دس فیصد کی شرح سے اضافہ ہو رہا ہے اور ان اسلامی بنکوں میں آج بھی تقریباً پانچ کھرب ڈالر کا محفوظ سرمایہ موجود ہے جو عالمی بنکوں میں موجود امریکہ کے ۱۲.۷ ٹریلین ڈالر کے مقابلہ میں ۴% کے قریب ہے، ہمیں برادران انسانیت کو یہ بتانا ہے کہ اسلامی بنکنگ کی عالمی سطح پر مقبولیت کا اندازہ وہ صرف اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ برطانیہ کی یونیورسٹی آف ریڈنگ نے اسلامک فائنانس کورس کے لئے ایک مستقل شعبہ شروع کیا ہے، فرانس کی یونیورسٹی کی طرف سے بھی اس طرح کی خوش کن اطلاعات آرہی ہیں، ملیشیا میں اسلامک بنکنگ سے استفادہ کرنے والوں میں پہلے سال ہی ۵۰% سے زائد غیر مسلم تھے، سنگاپور نے جب اسلامک بانڈ جاری کئے تو اس سلسلہ میں سرمایہ کاری کرنے والوں کا اندازہ تھا کہ اسلامک بانڈ کی مقبولیت کا یہی حال رہا تو صرف اگلے دو تین سالوں میں اس کی مالیت ایک کھرب ڈالر تک بآسانی پہونچ جائیگی، امریکہ میں اسلامک بنک کا آغاز ہو چکا ہے، خود فرانس کی حکومت بھی اپنے یہاں اس غیر سودی اسلامی بنکنگ نظام کو جاری کرنے پر سنجیدگی سے غور کر رہی ہے۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں جب بنی نوع انسانی کے سامنے اللہ تعالی کے حرام کردہ سودی نظام کے مضرات ونقصانات کی تفصیلات پیش کی جائیگی تو ہمیں امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ اس سودی نظام کے خلاف بغاوت کرنے والوں اور اس کے مقابل میں اسلامی مالی نظام کو جاری کرنے کا مطالبہ کرنے والوں میں خود غیر مسلم مسلمانوں سے زیادہ پیش پیش ہونگے، اس طرح امید ہے کہ انسانیت کو اللہ رب العزت کے غیر معمولی غیظ و غضب سے بچانے میں ہمارا یہ اسلامی مالیاتی نظام سب سے اہم رول ادا کریگا۔ وما ذلك على الله بعزيز

لمحہ فکریہ

مسلمانوں کا عروج وزوال اوران کی ذمہ داریاں

مولانا آصف علی قاسمی*

تاریخ کا سیاق گواہ ہے کہ مسلمان عالم انسانی کی فلاح واستقامت کا ایک بنیادی عنصر تھا، معاصر دنیا پر اس کی زندہ دلی کے احساس نے اس کو تعمیر جہاں اور اصلاحِ انسانیت کا عہدہ سونپا تھا اور ترقی کی ہر شاہِ کلید کا وہ مالک تھا، معاشرہ خضر طریقت مردوں، رابعہ سیرت عورتوں سے سجا ہوا تھا، ایاک و التنعم کی تعمیل میں شاہوں کی شاہی، سترہ پیوند کا لباس اپنا گئی تھی، سارا مسلم سماج بحیثیت خیر امت انسانیت کی نفع رسانی میں ''أخرجت للناس'' کا حق ادا کر چکا تھا، مسلمان دولتِ ایمان کی خاطر ''فیجمعه بیده کراهیة ان تری عورته'' کی ناکافی پوشاک پر بھی راضی تھا، اسی کے خاطر آقائے دو جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے راہِ خدا میں ہر ہر ظلم و ستم کو ''لقد اوذیت فی اللہ و ما یوذی احد'' کی حد تک برداشت کیا، أأترک سنة حبیبی لهولاء الحمقاء'' کے بے پناہ عشق نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو ہر امتی کے لئے مشغلۂ حیات بنا ڈالا، اسی محبت کی وجہ سے حضرت ابودجانہؓ نے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے اپنی پیٹھ کو ڈھال بنا کر مسلسل ہونے والی تیروں کی بوچھار کو تھام کر بھی ''زمین جنبد نہ جنبد گلِ محمد'' کا حال پیش کیا۔

حکیم میری نواؤں کا راز کیا جانے
ورائے عقل ہیں اہلِ جنوں کی تدبیریں

مگر جب صدیوں کے اقتدار میں مسلمان زمینداری وتانہ شاہی کا عادی ہوا، صبغۃ اللہ سے معمر خالص ربانی تہذیب کا منہ چڑا کر، ابلیس مغرب کی نقالی کو نقشِ راہ تسلیم کیا، قرآنی تمثیل ''کالذی استهوته الشیاطین فی الارض حیران'' کے طلسم میں پھنس کر بدبختی کی ٹھوکریں کھانے لگا، استعمارِ مغرب کے وبائے عام کا شکار بن کر ہجرت مما نهی اللہ عنه کے جذبہ سے عاری، بے تحاشا عیش وعشرت کی غلامی، ہیجان خیز نشریات سے دلچسپی، کرئیر ازم کی فکر میں معاشی حیوان بن کر، ہمسایوں کی فکر سے بے گانگی، جیسی فرعونی حرکتوں اور طاغوتی شرارتوں کی جہنم بھڑکا کر سارے مسلم معاشرہ کو ''مسلماناں در گور مسلمانی در کتاب'' کی نیند

*استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

سلا دیا تو اسلام دشمن عناصر نے بیک زبان ''اعل ھبل'' کے نعرے لگا کر جاہلیتِ قدیمہ کو جگا دیا، فتنوں کی پیہم یورشوں، اسلامی سامراج پر مغربی سامراج مسلط کر دینے کی جارحانہ کوششوں کو اکھٹا کر کے تہذیب مسلم پر موت کا رقص طاری کیا، عقل پسندی والحادی نظریات کی تخم ریزی کر کے امت کی نسلِ نَو کے پاکیزہ جذبات کو گونگے شیطانوں اور بیمار منافقوں کی جذباتیت سے ڈھانک دیا، تعلیمی نظام میں صہونیت، مسیحیت اور وثنیت پرستی کے لئے مثبت جذبات ابھارنے والے نصاب کو شامل کر کے، ظاہراً مسلمان، باطناً اسلام دشمن فوجوں کی تیاری کا ایک شعبہ بنا دیا، جسے دیکھ کر بے ساختہ اقبال مرحوم نے کہا۔

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم
کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا الحاد بھی ساتھ

مزید براں ''قلوبھم قلوب الشیاطین فی جثمان انسان'' کے مصداق عیسائیوں نے خفیف الحال مسلمانوں کی تیمارداری، قرض اسکیم، ریلیف مہم سے ان کی افزائش ہمت، کانونٹ اسکولوں میں ان کے بچوں کی مفت تعلیم کے عنوان سے مادرِ مہرباں سے بھی زیادہ پیار و محبت کی پرچار کر کے ان کے ایمان کی قزاقی شروع کی، تو کہیں مارِ آستین سے زیادہ فساد انگیز قادیانی فرقہ حالیہ حکومت کی ظلِ حمایت میں ملک کی دیہی آبادیوں کو قادیان کی شرارِ بولہبی سے ہلاک کر رہا ہے؛ حتی کہ آج ہندوانہ تہذیب کا حامل بت پرست طبقہ قومی دھارے کے نام پر، کبھی دھرم پریورتن کا طوفان برپا کر کے، کبھی گھر واپسی جیسی باطل تاویلات کا تیشہ چلا کر، سرکاری اسکولوں میں زیر تعلیم مسلم طلبہ کو ''سرسوتی پوجا''، ''یوگا''، اور ''سوریہ نمسکار'' کرنے پر مجبور کرنے کے ساتھ ساتھ قوم مسلم کو اپنی تہذیب میں ضم کرنے کے لئے مسلم کُش فسادات برپا کرنے اور ''من لدنا بأس شدید'' کی دھمکیاں دینے کے لئے بھی تیار ہے، نتیجۃً فرقہ پرستوں کی شر انگیزی اور پیٹ کی فتنہ سامانی سے دو چار مسلمان دن بہ دن ارتداد کو گلے لگا رہا ہے، ھذہ ردۃ و لا ابابکر لھا!!

اب خدا معلوم اسلامی دور کے سیاق و سباق کی یہ متضاد حالت کب موافقت پذیر ہو؛ لیکن باتوفیق علمائے اسلام اور بہی خواہانِ ملت ان چند باتوں کو نقش راہ تسلیم کر لیں، شاید کہ جن سے ملت کا وہ خوشنما ٹائٹل عالم آشکارا ہو کہ جس کی امانت و عدالت و حقانیت کی تاثیر نے اغیار کو بھی آغوش اسلام میں لے لیا تھا۔

اولاً ضروری ہے کہ حضرت صدیقِ اکبرؓ کی شانِ عزیمت ''أینقص الدین و أنا حی'' کو آئیڈیل بنائیں اور ارتداد کے محاذات کے خلاف اجتماعی، ملی عزیمت اور احتجاجی فیصلہ کو ہموار کریں۔

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان ایاکم و الشعاب (فرقوں میں بٹ جانے سے بچو) پر عمل آوری کے لئے تا حد امکان، علاقائی، قومی، مشربی، شخصی طرفداری و عصبیت سے دامن کش ہوں اور دلکش آپسی اتحاد کے ساتھ

اقتدارانہ قوت پر اپنا کنٹرول قائم کریں۔

علماء جہاں معاشرہ کی دینی صورت حال کی اصلاح کی کوشش کریں وہیں یتیموں، بیواؤں اور نادار مسلمانوں کے خانگی مسائل کے حل کی بھی فکر کریں اور اس کے لئے حضرت صدیقِ اکبرؓ و فاروقِ اعظمؓ کی پُرخلوص خدمات کو زندہ کریں، جس کے لئے اہلِ ثروت حضرات امدادی وفلاحی اسکیموں کے قیام میں علماء کا تعاون کریں اور اپنے اندر فرمانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ''المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضا'' (مسلمانوں کی مثال عمارت جیسی ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط بناتا ہے) کا معیارِ اخوت پیدا کریں۔

اسلام اور تاریخِ اسلام سے متعلق صحیح اور مثبت جذبات ابھارنے والے لٹریچر پر مشتمل عوامی کتب خانوں اور اشاعتی اداروں کو قائم کیا جائے، جس میں علاقائی زبانیں ہی پیش نظر ہوں، جس سے نہ صرف یہ کہ جہالت ختم ہوگی بلکہ حدیثِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ''من سن فی الاسلام سنة حسنة فله اجرها وأجر من عمل بها'' کے مطابق ایک سنت حسنہ جاری ہوگی۔

خصوصاً احقاقِ اسلام کی خاطر بالاخص دفاعِ اسلام کی خاطر، علماء مؤثر تشہیری وسائل اور قانونی صحافت کا استعمال کریں؛ تاکہ ''ینفون عنه تحریف الغالین وانتحال المبطلین وتاویل الجاهلین'' کی ذمہ داری موثر طریق سے پوری ہو۔

صدر خانہ (ماں باپ) ''اکرموا اولادکم واحسنوا اٰدابهم'' کی ذمہ داری نبھاتے ہوئے اولاد کی تربیت خود کریں، بصورتِ دیگر ان کے لئے ایسی بورڈنگوں کا انتخاب کریں جہاں ان کے رجحانات ٹھیک ہوں، ان کے لئے ایسی تعلیم گاہوں کا انتخاب کریں جہاں کا نصاب درستگی سے اور معلمین حسنِ اخلاق سے آراستہ ہوں یا کوئی ایسا نظام تشکیل دیں کہ بچوں کے شب و روز کا کچھ وقت خاصان خدا کی صحبت میں گذرے، جس سے ان کے دل کے خرابات از خود معمور ہو جائیں؛ کیوں کہ بقول اقبال مرحوم ؎

جوہر میں ہو لا الہ تو کیا خوف
تعلیم ہو گو فرنگیانہ

شہری و دیہی علاقوں میں صباحی و مسائی مکاتب قائم کئے جائیں۔

فکری اضطراب اور نفسیاتی الجھنوں سے دوچار نوجوانوں کو حسنِ اخلاق سے آراستہ کیا جائے۔

تہذیبی و ذہنی ارتداد سے متاثر قوم کو ''تخلقوا بأخلاق الله'' اور ''ومن احسن من الله صبغة'' کا پیغام سنائیں اور ان کو اسلامی تہذیب اور فکر سلیم کی طرف راغب کریں، اعتقادی ارتداد سے متاثر علاقوں میں دعوت و تبلیغ کی سرگرمیوں کو جاری رکھیں۔ (بقیہ صفحہ ۳۶ پر)

فقہ وفتاویٰ

قربانی سے متعلق چند اہم مسائل

از: مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی

مسئلہ: سب سے پہلے قربانی میں نیت کی اصلاح کرے، اگر محض گوشت کھانے کی نیت سے قربانی کرے، عبادت کی نیت نہ کرے تو اس کو قربانی کا ثواب نہیں ملتا، اگر ایسے لوگوں نے کسی اور کے ساتھ حصہ رکھا ہو تو کسی کی بھی قربانی نہیں ہوگی۔ (البحر الرائق: ۸/ ۱۹۷)

مسئلہ: قربانی کی عبادت صرف تین دن کے ساتھ مخصوص ہے، دوسرے دنوں میں قربانی کی کوئی عبادت نہیں، قربانی کے دن ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخیں ہیں، ان میں جب چاہے قربانی کرسکتا ہے، البتہ پہلے دن کرنا افضل ہے۔ (البحر الرائق: ۸/ ۱۷۶)

مسئلہ: بھیڑ، بکرا، دنبہ، ایک ہی شخص کی طرف سے قربان کیا جاسکتا ہے، گائے، بیل، بھینس، اونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ایک کافی ہے؛ (الفتاوی الہندیہ: ۵/ ۳۰۴، طبع رشیدیہ، کوئٹہ) بشرطیکہ سب کی نیت ثواب کی ہو، کسی کی نیت محض گوشت کھانے کی نہ ہو۔

مسئلہ: بکرا، بکری ایک سال کا پورا ہونا ضروری ہے، بھیڑ اور دنبہ اگر اتنا فربہ اور تیار ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو تو وہ بھی جائز ہے، گائے، بھینس دو سال کی، اونٹ پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، ان عمروں سے کم جانور قربانی کے لئے کافی نہیں۔ (الفتاوی الہندیہ: ۵/ ۲۹۷)

مسئلہ: جس جانور کے سینگ پیدائشی طور پر نہ ہوں یا بیچ میں سے ٹوٹ گئے ہوں اس کی قربانی درست ہے، ہاں! سینگ جڑ سے اکھڑ گیا ہو جس کا اثر دماغ پر ہونا لازم ہے تو اس کی قربانی درست نہیں۔

(شامی: ۶/ ۳۲۳)

مسئلہ: خصی بکرے کی قربانی جائز؛ بلکہ افضل ہے۔ (الہندیہ: ۵/ ۲۹۹)

مسئلہ: اندھے، کانے اور لنگڑے جانور کی قربانی درست نہیں، اسی طرح ایسا مریض اور لاغر جانور جو قربانی کی جگہ تک اپنے پیروں سے نہ جاسکے اس کی قربانی بھی جائز نہیں، جس جانور کا تہائی سے زیادہ کان یا دم

کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔ (شامی: ۶/ ۳۲۳)

مسئلہ: جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں یا اکثر نہ ہوں اس کی قربانی جائز نہیں۔ (درمختار: ۵/ ۲۹۸)

مسئلہ: اسی طرح جس جانور کے کان پیدائشی طور پر بالکل نہ ہوں، اس کی قربانی درست نہیں۔

(درمختار: ۴/ ۱۶۵)

مسئلہ: اگر جانور صحیح سالم خریدا تھا، پھر اس میں کوئی عیب مانع قربانی پیدا ہو گیا تو اگر خریدنے والا غنی صاحب نصاب نہیں ہے تو اس کے لئے اسی عیب دار جانور کی قربانی جائز ہے اور اگر یہ شخص غنی صاحبِ نصاب ہے تو اس پر لازم ہے کہ اس جانور کے بدلے دوسرے جانور کی قربانی کرے۔ (درمختار: ۴/ ۱۶۵)

مسئلہ: قربانی کا گوشت خود کھائے، دوست واحباب میں تقسیم کرے، غریب مسکینوں کو دے اور بہتر یہ ہے کہ اس کے تین حصے کرے، ایک اپنے لئے، ایک دوست واحباب اور عزیز واقارب کو ہدیہ دینے کے لئے اور ایک ضرورت مند ناداروں میں تقسیم کرنے کے لئے، الغرض کم از کم تہائی حصہ خیرات کر دے؛ لیکن اگر کسی نے تہائی سے کم گوشت خیرات کیا، باقی سب کھالیا یا عزیز واقارب کو دے دے تب بھی گناہ نہیں۔

(ردالمحتار: ۶/ ۳۲۸)

مسئلہ: جانور ذبح کرتے وقت کی دعا: بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ أَکْبَر ، إِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْن، إِنَّ صَلاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن" (میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں، بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہانوں کا پالنے والا ہے" پھر جانور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے: "اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ وَخَلِیْلِکَ إِبْرَاھِیْمَ عَلَیْھِمَا السَّلَامُ (احمد، ابوداؤد، ترمذی، مشکوۃ، کتاب الاضحیہ) اے اللہ! اس قربانی کو مجھ سے قبول فرما، جیسے کہ آپ نے اپنے حبیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام سے قبول فرمایا۔

احوال وکوائف

ادارہ کے شب روز

مولانا خواجہ نصیرالدین قاسمی *

طلبہ کی تعلیمی وتربیتی سرگرمیاں

● ادارہ ہذا میں تعلیمی سالِ نو کے موقعہ پر بحمد للہ عزوجل ۱۲ رشوال سے جدید داخلوں کا آغاز ہوا، ۱۳ رشوال سے قدیم طلبہ کے داخلوں کی کاروائی عمل میں آئی۔ ۱۲ رتا ۱۶ رشوال ۳۶ ھجری ناظرہ، حفظ وعالمیت کے شعبوں میں داخلوں کا سلسلہ جاری رہا۔

● ۱۷ رشوال ۳۵ ھ کو صبح ۹ رجے اکبر باغ کے شعبہ معہد القاسم کے طلبہ سے حضرت ناظم صاحب مدظلہٗ نے افتتاحی خطاب فرمایا، ۱۰ رجے خواجہ باغ میں طلبہ سے مقصد حصول علم سے متعلق گفتگو فرمائی، ۱۱ رجے ادارہ کے تمام شعبہ جات کے اساتذہ کرام سے تعلیمی وتربیتی نظام میں استحکام کے سلسلہ میں خطاب فرمایا، حضرت حکیم کلیم اللہ صاحب مدظلہ العالی کے حوالہ سے تین نصیحتیں فرمائیں :۱) ذکر اللہ کی کثرت، ۲) اجتناب معصیت، ۳) فکرِ آخرت۔ اور آخر میں بدگمانی، بدزبانی، بدنگاہی سے پرہیز کرنے کی تاکید فرمائی۔ یہ ابتدائی نشست حضرت مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مدظلہٗ سرپرستِ ادارہ کے اختتامی کلمات اور ظہرانے پر اختتام پذیر ہوئی۔ اور الحمد للہ میقاتِ ثانی سے درجات میں تعلیم کا آغاز ہوگیا۔

● ۲۳ رشوال ۳۵ ھجری کو شعبہ افتاء کے لئے داخلہ امتحان ہوا، ۷ رطلبہ کرام نے اس شعبہ میں داخلہ حاصل کیا، اور ۲۹ رشوال ۳۶ ھ م ۱۵ راگست کو حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصوری پوری دامت برکاتہم نے اُنھیں ''رسم المفتی'' کا افتتاحی درس دیا۔

● شعبہ عالمیت میں اس سال جماعتِ ہفتم کا آغاز ہوا، جس میں ۱۳ رطلبہ شریک ہیں۔

● امسال بحمد للہ شعبہ حفظ وناظرہ میں ۴۷۸، شعبۂ عالمیت میں ۱۱۴، شعبہ افتاء میں ۷، شعبۂ معہد الاشرف میں ۵۵، شعبہ معہد الحمید یعنی اشرف ماڈل اسکول میں ۱۳۰، شعبۂ تصحیح میں ۱۹، اس طرح ادارہ میں کُل 1100 طلبہ زیر تعلیم ہیں۔

* استاذ شعبہ عالمیت ادارہ ہذا

● ۲۹ رشوال ۳۶ھ م ۱۵ راگست کوادارہ نے یوم آزادی تقریب منعقد کی، صبح ۱۰ ربجے حضرت مولانا مفتی محمد سلمان منصوری پوری دامت برکاتہم کے ہاتھوں پرچم کشائی عمل میں آئی، بعدہٗ ۷ رطلبہ کرام نے آزادئ ہند میں عام مسلمانوں اور علماء کے کردار پر اور آزادی ہند کے بعد مسلمانوں کی صورتحال پر تقریریں پیش کیں، اور طلبہ کے ماہانہ جداری پرچہ ''الاشرف'' کی مجلس ادارت نے آزادی نمبر نکالنے کا اہتمام کیا۔

● ۴ رذی قعدہ ۳۶ھ م ۲۰ راگست کو طلبہ کی انجمن تہذیب اللسان کا آغاز ہوا، اس موقعہ پر حضرت ناظم صاحب مدظلہ نے طلبہ کو تقریر وتحریر کی اہمیت وافادیت کی طرف توجہ دلائی، بالخصوص تلگو وانگریزی زبانوں کی اہمیت پر زور دیا اور اس میں اپنی صلاحیتوں کے بنانے کی تاکید فرمائی۔

● طلبہ کی اصلاح وتربیت کا ہفتہ واری پروگرام بھی بحمد للہ شروع ہوگیا، ۲۰ رشوال، ۴ راور ۱۱ رذیقعدہ کو حضرت ناظم صاحب مدظلہٗ نے طلبہ سے موسیقی کے مضرات ونقصانات، مسجد کے احترام اور نماز کی اہمیت، کے عنوانات پر خطاب فرمایا، ۲۷ رشوال کو حضرت مفتی محمد عبدالمغنی صاحب مدظلہ نے طلبہ کو نصیحت فرمائی۔

تدریب التدریس کی دوروزہ مجالس

حضرت مولانا مفتی محمد ارشد صاحب دامت برکاتہم خلیفہ حضرت محی السنہ رحمۃ اللہ علیہ کی ۲۵ راگست ۱۵ء کو ادارہ ہذا میں تشریف آوری ہوئی، سہ روزہ قیام رہا ہے، ۲۶ / ۲۷ راگست ۱۵ء کو ''تدریب التدریس'' کی مجالس منعقد ہوئیں، اساتذہ ادارہ کے علاوہ شہر وبیرون شہر کے مختلف مدارس سے تشریف لائے ہوئے معلمین ومدرسین نے بھی اس مجلس سے استفادہ کیا، دونوں یوم میں حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ نے تدریس کی بنیادی دو عنصر یعنی التزود (تیاریٔ درس کے مراحل) اور الافادہ (یعنی طریقہ تعلیم) پر تفصیلی خطاب فرمایا۔

علاوہ ازیں شہر کے دیگر مدارس کا بھی معاینہ فرمایا، جمعہ سے قبل مسجد اکبری میں خطاب ہوا، جمعہ کی ہفتہ واری اصلاحی مجلس بعد عصر مسجد اشرف خواجہ باغ میں منعقد ہوئی اس میں بھی طالبین کو حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ سے استفادہ کا موقعہ ملا۔

● حضرت مدیر محترم مدظلہٗ کا بیشتر وقت ماہِ اگست میں تعلیمی سال کے آغاز کے سبب ادارہ ہی کی تعلیمی وانتظامی اصلاحات میں صرف ہوا، بیرونِ شہر اسفار بہت کم پیش آئے، البتہ شہر میں دینی واصلاحی خدمات حسب معمول جاری رہیں، ماہانہ، وہفتہ واری اصلاحی مجالس بحمد للہ برابر منعقد ہوتی رہیں۔

خبرنامہ

عالمِ اسلام کی خبریں

مولانا محمد عبدالقادر فرید قاسمی*

عربوں کو ماریں، ایرانی ویب سائٹ پر عرب مخالف گیمز

الیکٹرانک گمیز بنانے میں مہارت رکھنے والی ایک ایرانی ویب سائٹ نے ایک نئی عرب مخالف گیم جاری کی ہے اس کا نام ''عرب کو ماریں اوران کی توہین کریں'' ہے اور یہ فری ڈاون لوڈ کی جاسکتی ہے، عربوں کے خلاف منافرت پر مبنی یہ گیم تیار اور جاری کرنے والی ویب سائٹ مبینہ طور پر ایرانی سائٹس کو ریگولیٹ کرنے والے مراکز کے ہاں رجسٹر ہے یہ مرکز ایران کی وزارت ثقافت ورہنمائی سے وابستہ ہے۔اس ویب سائٹ نے اپنا تعارف یہ کرایا ہے کہ وہ انٹرٹینمنٹ کی سائٹ ہے اور وہ اسلامی جمہوریہ ایران کے قواعد وضوابط کے تحت کام کرتی ہے۔ایرانی ویب سائٹ کے جاری کردہ یہ گیم دو حصوں پر مشتقل ہے پہلے حصے کا نام عربوں کو کھلائیں اور دوسرے حصے کا نام عربوں کو ماریں ہے۔

(روزنامہ منصف، ۵/اگست ۱۵ء)

سعودی عرب کی مسجد میں خودکش بم حملہ

سعودی عرب کی مسجد میں ہوئے خودکش بم حملہ میں تقریباً ۱۲ سیکوریٹی عہدیدار ۱۳ سپیشل ایمرجنسی فورس سنٹر کے ملازمین ودیگر افراد ہلاک ہوگئے بلکہ دیگر ۷ افراد زخمی ہوگئے یہ حملہ نماز ظہر کے وقت کیا گیا اور اس کا نشانہ وہ مسجد تھی جس میں ایمرجنسی فورسز نماز ادا کرتی ہے۔سعودی عرب کے مفتی اعظم عبدالعزیز الشیخ نے اس حملہ کی مذمت کرتے ہوئے اسے ایک سنگین جرم قرار دیا اور کہا کہ اس حملہ سے قومی اتحاد میں اضافہ ہوگا۔عصیر مسجد حملے کے بعد یہ سعودی عرب کی تیسری مسجد ہے، جہاں بم حملہ کیا گیا ۲۲ رمئی کو ایک خودکش بمبار نے مسجد حضرت علی ابن ابی طالب القدعی قطیف میں جمعہ کے دن حملہ کیا تھا جس کے باعث ۲۱ افراد ہلاک اور ۱۰۰ سے زیادہ زخمی ہوگئے تھے، اس کے ایک ہفتہ بعد ہی ۲۹ رمئی کو ایک دہشت گرد جو برقعہ پہن کر خود کو عورت ظاہر کرتے ہوئے المنود مسجد کے صدر دروازے پر بم کا سوئچ آن کردیا جب کہ اسے سیکیوریٹی آفیسر نے روک دیا تھا اس حملہ میں ۱۴ افراد ہلاک ہوگئے تھے۔(روزنامہ منصف: ۷/اگست ۱۵ء)

پاکستان میں ۳۰ مشتبہ مدارس بند کردیئے گئے؛ راست یا بالواسطہ دہشت گرد سرگرمیوں سے تعلق کا الزام

دہشت گردی اور انتہاء پسندی کے خلاف ملک گیر سطح پر کاروائی کے تحت پاکستان میں جن ۳۰ مدرسوں کو مشتبہ قرار دیا گیا تھا انہیں بند کردیا گیا ہے یہ اطلاع مرکزی وزیر داخلہ چودھری نثار علی خان نے ایک سرکاری رپورٹ کے حوالہ سے دی ہے قومی سطح پر ایک منصوبہ بند کروائی کے تحت یہ قدم اٹھایا گیا ہے، انہیں بند کردیا گیا ہے یہ منصوبہ کو عمل میں لانے میں شامل ایک اعلیٰ سرکاری ذمہ دار کا کہنا ہے کہ ان مدارس کا تعلق براہِ راست یا بالواسطہ دہشت گردوں اوران کی سرگرمیوں سے تھا کاروائی کی رپورٹ کے

*استاذ شعبۂ عالمیت ادارہ ہذا

مطابق پنجاب میں ۲، سندھ میں ۱۵، اور خیبر پختونخوا میں ۱۳ مشتبہ مدرسے بند کئے گئے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق صومہ سندھ میں مجموعی طور پر اب تک ۷۲ غیر رجسٹر مدرسوں کو بند کیا گیا ہے۔ روزنامہ ڈان کے مطابق باکستان بھر میں ۳۰ ہزار رجسٹر اور غیر رجسٹر مدارس موجود ہیں اور ناقدین کا کہنا ہے کہ ان میں سے ۱۰ فیصد بھی قانون کے مطابق کام نہیں کر رہے ہیں۔

(روزنامہ اعتماد ۱۱/اگست ۱۵ء)

مصر کی جیلوں میں علاج سے انکار کے باعث ۲۶۴ اموات

انسانی حقوق تنظیم کی رپورٹ ہلاکتوں کا جلد یا بہ دیر انتقام لیا جائے گا؛ اخوان المسلمین انسانی حقوق کی عرب تنظیم نے رپورٹ دی ہے کہ ۲۰۱۳ء میں صدر محمد مرسی کی گرفتاری کے بعد سے مصر کے جیلوں میں تقریباً ۲۶۴ قیدی طبی لاپرواہی کی وجہ سے موت کے منہ میں چلے گئے، برطانیہ میں قائم انسانی حقوق کے نگراں کار ادارہ میں حالیہ دنوں میں جاری کردہ ایک بیان میں کہا کہ ۲۰۱۵ء کے آغاز سے اب تک جیلوں میں ۷۲ افراد ہلاک ہو گئے۔ (روزنامہ اعتماد: ۱۲/اگست ۱۵ء)

اخوان کے ۲۵۳/افراد کو عمر قید ۴۵۰/این جی اور تحلیل

مصر کی خوبی عدالت نے ۲۰۱۳ء میں عمارتوں کو نقصان پہنچانے کے معاملہ میں اخوان المسلمون کے ۲۵۳ لوگوں کو ان کی غیر حاضری میں عمر قید کی جب کہ ۲۰۳ افراد کو ۴ سے ۱۵ سال کے قید کی سزا سنائی مصر کی سرکاری خبر رساں ایجنسی نے اپنی ایک رپورٹ میں فوجی عدالت کے اس فیصلے کی اطلاع تو دی لیکن سزا پانے والے ناموں کو ظاہر نہیں کیا ہے۔

(روزنامہ اعتماد: ۱۳/اگست ۱۵ء)

سعودی علماء شامی جنگجوؤں کی عملی رہنمائی

شام میں لڑنے والے مختلف عکسری گروپوں نے اپنی اپنی فتاوی کونسلیں تشکیل دی رکھی ہے جہاں سے ان کے مذہبی مرشدین من مانے فتاویٰ جاری کرتے رہتے ہیں، ماقبل میں انکشافات بھی ہوئے کہ شام میں محاذ جنگ میں سرگرم عکری گروپوں کو سعودی عرب کے علماء اور مبلغین بھی فتاویٰ کے ذریعہ فراہم کر رہے ہیں، ذرائع کے مطابق علماء مشائخ اور مبلغین پر مشتمل ''اہل علم کی مجلس شوریٰ'' کے نام سے علماء کی ایک نئی کونسل تشکیل دی گئی ہے جس میں سعودی عرب سمیت کئی دوسرے عرب ملکوں کے جید علماء کرام کی آراء سے استفادہ کیا جاتا ہے شام کے محاذِ جنگ میں سرگرم احرار الشام شام میں القاعدہ کے ذیلی تنظیم النصرہ محاذ اور اسلامی محاذ جیسی شدت پسند تنظیمیں بھی شامل ہیں جن کے مفتیان کا بھی اپنا ہی نیٹ ورک ہے باہم یہ گروپ بھی بعض اوقات دوسرے ملکوں کے علماء سے شرعی صلاح و مشورہ کرتے ہیں۔ (روزنامہ اعتماد: ۱۵/اگست ۱۵ء)

اسرائیل نے مغربی کنارہ میں دیوارِ فاصل کی تعمیر شروع کر دی

اسرائیلی فوج نے فلسطین کے مقبوضہ مغربی کنارہ کے جنوبی شہر بیت اللحم میں بیت جالا کے مقام پر یہودی کالونیوں کے تحفظ کے لئے دیوار فاصل کی تعمیر شروع کر دی ہے دیوار کی تعمیر کی غرض سے بڑے پیمانے پر درختوں کی کٹائی کی گئی، بیت جالا مینوسپل کونسل کے چیئرمین ندیم النعسان نے بتلایا کہ اسرائیلی فوجیوں نے بیت جالا میں بیرعونہ کے مقام پر یہودی دیوار فاصل کی تعمیر کی غرض سے فلسطینیوں کی اراضی کی کھدائی اور ان میں لگے پھل دار درخت کاٹنے شروع کر دیئے، اسی بہانے فلسطینیوں کی اراضی پر مزید قبضے کیئے جا رہے ہیں۔

(روزنامہ اعتماد: ۱۹/اگست ۱۵ء)